مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

مارچ 1968ء

مدیر
عطاء المجیب راشد

سالانہ چندہ : چھ روپے صرف
قیمت فی پرچہ : ساٹھ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔ و علی عبدہ المسیح الموعود

استبقوا الخیرات

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

المصلح الموعود

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

شمارہ ۵ — جلد ۱۶

مارچ ۱۹۶۸ء

مدیر

عطاء المجیب راشد

نائب مدیر

منصور احمد عمر

سالانہ چندہ: چھ روپے ۔ قیمت فی پرچہ ساٹھ پیسے

محمد شفیق قیصر پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا

ترتیب

اداریہ

وقفِ ابراہیمی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اللہ تعالیٰ نے دُنیا کی ہدایت کے لئے بے شمار انبیاء مبعوث فرمائے ان سب انبیاء نے خدا تعالےٰ کی راہ میں اسی کی توفیق سے بڑی بڑی قربانیاں پیش کیں۔ ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی شامل تھے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تقریباً اڑھائی ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی قوم کی ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ساری زندگی خدا تعالیٰ کی راہ میں بڑی بڑی آزمائشوں اور امتحانوں میں گذری۔ ان تمام امتحانوں کو آپؑ نے بطیب خاطر اور بصد شوق قبول فرمایا اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ایسی عظیم الشان قربانیوں کے معیار قائم فرمائے کہ قیامت تک کی قوموں کے لئے نمونہ ٹھہرے۔ جب بھی خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کسی امتحان میں ڈالا۔ تو آپ اس میں پورے طور پر کامیاب قرار پائے۔ جب بھی خدا تعالیٰ نے آپ سے اَسْلِمْ (تو فرمانبرداری کر!) کا مطالبہ کیا۔ تو آپ نے فوراً اَسْلَمْتُ (میں فرمانبردار ہُوا) کا نعرہ بلند کیا۔

ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رؤیا میں دیکھا کہ آپؑ اپنے لختِ جگر اسمٰعیلؑ کو ــــ بڑی عاجزانہ دعاؤں کے بعد بڑھاپے کی عمر میں خدا تعالےٰ کی طرف سے عطا ہونے والے غلامِ حلیم کو خدا تعالےٰ کی راہ میں ذبح کر رہے ہیں۔ بیٹے سے اس رؤیا کا ذکر کیا۔ تو نیک سیرت بیٹے نے کہا کہ اے میرے باپ! جس بات کا تجھے حکم ہوا ہے تو ہو کر۔ مجھے تو ایمان پر قائم رہنے والا پائے گا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو پیشانی کے بل زمین پر لٹا دیا۔ قریب تھا کہ سرتن سے جدا ہو جاتا۔ آسمان سے آواز آئی:۔

يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ (الصّٰفّٰت ع۳)

(یعنی) اے ابراہیمؑ! تو اپنی رؤیا پوری کر چکا۔ ہم اسی طرح محسنوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ یہ یقیناً ایک کھلی کھلی آزمائش تھی اور ہم نے اس (یعنی اسمٰعیلؑ) کا فدیہ ایک بڑی قربانی کے ذریعہ سے دے دیا۔

یہ ذبح عظیم یعنی بڑی قربانی کیا تھی؟ حضرت اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہؑ کو مکّہ کی بے آب و گیاہ اور غیر ذی زرع وادی میں چھوڑ آنا۔ تاکہ خدا کی عبادت کے لئے دنیا میں بنائے جانے والے سب سے پہلے گھر یعنی خانہ کعبہ کی ازسرِنو تعمیر کی جائے۔ اور اس کی آبادی کا سامان کیا جائے۔ کیونکہ مکہ کی سرزمین میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ایک عظیم الشان

نبی مبعوث ہونے والا تھا۔ جو کل کائنات کا مقصودِ حقیقی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بڑی قربانی میں آپ کے ساتھ آپ کا خاندان بھی شریک تھا۔ حضرت ہاجرہؓ کو اپنے کمسن بچے کے ہمراہ ایک ایسے ویران مقام پر لا بسانا کہ جہاں ہر وقت موت کا خطرہ درپیش ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور آپؑ کے اہل کی کتنی بڑی قربانی ہے! پھر آپ نے اپنی نسل میں بھی ایسی قربانیوں کے جاری رکھنے کے لئے اپنی اولاد کو وصیّت کی۔ غرضیکہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہر قسم کے امتحانوں سے آزمایا۔ جن میں آپؑ کامیاب و کامران ہوئے اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو مقامِ امامت عطا فرمایا۔ یعنی آپ کی ذرّیت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان نبی اور امّتِ محمدیہ جیسی عظیم الشان قوم کا ظہور فرمایا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور امّتِ محمدیہ کی تیاری کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپکی نسل سے ایک وقف کا مطالبہ کیا۔ وہ یہ تھا کہ اڑھائی ہزار سال تک بیت اللہ کی آبادی کا انتظام کیا جائے۔ اس کی صفائی کا خیال رکھا جائے۔ اور خانہ کعبہ کے طواف کیلئے جو لوگ آئیں ان کی خدمت کی جائے۔ ۱۰ ذو الحجہ کو منائی جانیوالی عید جسے عید الاضحیہ یا قربانیوں کی عید کہا جاتا ہے ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی نسل قربانیوں اور خاندانی وقف کی یاد دلاتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھوں بیت اللہ کی از سرِ نو تعمیر کے ساتھ بہت سے اغراض و مقاصد وابستہ ہیں۔ جن کا تعلق حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سے ہے۔

تعمیر بیت اللہ کے مقاصد کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی توجہ اللہ تعالےٰ نے ایک بڑے اہم معاملہ کی طرف پھیری ہے۔ جس کے تحت گذشتہ سال تمہید کے طور پر حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کی رُو سے تعمیر بیت اللہ کے تیئیس ۲۳ عظیم الشان مقاصد اپنے مختلف خطبات میں بیان فرمائے ہیں اور فرمایا ہے کہ اس ضمن میں مَیں ایک عملی منصوبہ جماعت کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جس کی سرانجام دہی کے لئے جماعت کو تیار رہنا چاہیئے۔ امسال جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے نو ۹ ایسی بنیادی خوبیاں جماعت کے سامنے پیش فرمائی ہیں جن کے بارے میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عملی منصوبہ پیش کرنے سے قبل جماعت کا انہیں اپنے اندر پختہ طور پر پیدا کرنا ضروری ہے۔

اس ماہ بھی عید الاضحیہ ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں اور اپنے فرائض کی یاد دلاتی ہے۔ گذشتہ عید الاضحیہ کے موقعہ پر حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا:۔

"آج کا دن جو قربانیوں کی عید کا دن ہے۔ اسے مَیں نے اس مضمون کے شروع کرنے کے لئے اس لئے منتخب کیا ہے۔ کہ میرے مضمون کی ابتداء وقفِ ابراہیمی سے ہی ہوتی ہے"

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی نسل کے خاندانی وقف کی عظیم قربانی کا ذکر کرنے کے بعد آخر میں فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے ایک بڑے اہم معاملہ کی طرف میری توجہ کو پھیرا ہے۔ اور میرا فرض ہے کہ میں آپ دوستوں کے سامنے اس کو بیان کروں۔ اور آپ کا پھر فرض ہوگا۔ کہ آپ اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال کر خدا تعالیٰ کے لئے اور اس کی رضا کے حصول کے لئے وہ عظیم الشان جدّ و جہد اور قربانی خدا تعالیٰ کے حضور پیش کریں۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ آپ کو بُلا رہا ہے۔ اور جس کے نمونے آپ کے سامنے ہیں۔ جن میں سے ایک نمونہ کی طرف آج میں نے اشارہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ فرمودہ ۲۲ مارچ ۱۹۶۷ء - مطبوعہ الفضل ۱۷ اپریل ۱۹۶۷ء)

(م - ا - ع)

ذرا اپنا جائزہ لیجئے

کہ

○ کیا آپ دن میں پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرتے ہیں؟
○ کیا آپ روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں؟
○ کیا حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی کوئی کتاب اِن دنوں آپ کے زیرِ مطالعہ ہے؟
○ کیا آپ نے کسی دوست تک احمدیّت کا پیغام پہنچایا ہے؟
○ کیا آپ نے کسی ضرورت مند کی مدد کرکے خدمتِ خلق کا فریضہ سرانجام دیا ہے؟
○ کیا آپ خدام الاحمدیہ کی مقامی تنظیم سے پُوری طرح تعاون کر رہے ہیں؟
○ کیا آپ نے اپنے ذمہ واجب الادا تمام چندے ادا کر دیئے ہیں؟

ایک حقیقی خادم کی طرف سے

ان سب سوالوں کا جواب مثبت صورت میں ہونا چاہیئے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو کوشش کریں کہ آپ اپنے آپ کو اس ابتدائی معیار پر لا سکیں!

یاد رکھیئے کہ آپ خدام الاحمدیہ کی تنظیم کے ایک ممبر ہیں۔ صحیح معنوں میں احمدیّت کے خادم بننے کی کوشش فرمائیں۔!!

معارف القرآن

اتباعِ رسول طریقِ نجات ہے

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ (الزمر۔ ۵۴)

ترجمہ۔ (اے رسولؐ! تو ان کو ہماری طرف سے) کہہ دے۔ اے میرے غلامو! جنہوں نے اپنی جان پر گناہ کر کے ظلم کیا ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے :۔

تفسیر۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :۔

"اس آیت میں بجائے قُلْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ کے جس کے یہ معنی ہیں کہ کہہ اے خدا تعالےٰ کے بندو! یہ فرمایا کہ قُلْ یَا عِبَادِیَ۔ یعنی کہہ کہ اے میرے غلامو! اس طرز کے اختیار کرنے میں بھید یہی ہے کہ یہ آیت اس لئے نازل ہوئی ہے۔ کہ تا خدا تعالےٰ بے انتہا رحمتوں کی بشارت دیوے۔ اور جو لوگ کثرت گناہوں سے دل شکستہ ہیں اُن کو تسکین بخشے۔ سو اللہ جل شانہ نے اس آیت میں چاہا کہ اپنی رحمتوں کا ایک نمونہ پیش کرے اور بندہ کو دکھلاوے کہ میں کہاں تک اپنے وفادار بندوں کو انعاماتِ خاصہ سے مشرف کرتا ہوں۔ سو اُس نے قُلْ یَا عِبَادِیَ کے لفظ سے یہ ظاہر کیا کہ دیکھو یہ میرا پیارا رسول۔ دیکھو یہ برگزیدہ بندہ کہ کمالِ طاعت سے کس درجہ تک پہنچا۔ کہ اب جو کچھ میرا ہے۔ وہ اُس کا ہے جو شخص نجات چاہتا ہے۔ وہ اس کا غلام ہو جائے۔ یعنی ایسا اس کی طاعت میں محو ہو جاوے کہ گویا اس کا غلام ہے۔ تب وہ گو کیسا ہی پہلے گنہگار تھا۔ بخشا جائے گا۔ جاننا چاہیئے۔ کہ عبد کا لفظ لغتِ عرب میں غلام کے معنوں پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۱۹۰-۱۹۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ دنیا و آخرت میں کامیابی اور نجات کا طریق اتباعِ رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ پر محبت الٰہی کے دعویداروں اور حصولِ محبتِ الٰہی کے خواہشمندوں کو اپنے مقصد میں کامیابی کا یہی گر بتایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں سرخروئی کا ذریعہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری ہے :۔

درسِ حدیث

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقِ عبادت

عَنْ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ يَقُوْلُ إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَقُوْمُ اَوْ لَيُصَلِّيْ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ اَوْ سَاقَاهُ فَيُقَالُ لَهُ فَيَقُوْلُ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔

ترجمہ۔ زیاد (بن علاقہ) سے (روایت ہے) انہوں نے کہا۔ میں نے مغیرہ کو کہتے سنا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنا کھڑے رہتے۔ یا (کہا) اتنی دیر تک نماز پڑھتے رہتے۔ کہ آپ کے پاؤں یا (کہا) آپ کی پنڈلیاں سُوج جاتیں۔ آپ سے کہا جاتا (کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟) تو آپ فرماتے کیا میں (اپنے رب کا) شکرگزار بندہ نہ بنوں؟

تشریح۔ اس حدیث کی تشریح میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"اللہ اللہ کیا عشق ہے۔ کیا محبت ہے۔ کیا پیار ہے۔ خدا تعالیٰ کی یاد میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا۔ خون کا دوران نیچے کی طرف شروع ہو جاتا ہے۔ اور آپ کے پاؤں متورم ہو جاتے ہیں۔ لیکن محبت اس طرف خیال ہی نہیں جانے دیتی۔ آس پاس کے لوگ دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں کہ یہ کرتے کیا ہیں۔ اور آپ کے درد سے تکلیف محسوس کر کے آپ کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں اور کیوں اپنے آپ کو اس تکلیف میں ڈالتے ہیں۔ اور اس قدر دکھ اٹھاتے ہیں۔ آخر کچھ تو اپنی صحت اور اپنے آرام کا بھی خیال کرنا چاہیئے۔ مگر وہ دُکھ جو لوگوں کو بے چین کر دیتا ہے اور جس سے دیکھنے والے متاثر ہو جاتے ہیں۔ آپ پر کچھ اثر نہیں کرتا۔ اور بجائے عبادات میں کچھ سُستی کرنے کے اور آئندہ اس قدر لمبا عرصہ اپنے رب کی یاد میں کھڑے رہنا ترک کرنے کی بجائے آپ اُن کی اس بات کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور انہیں جواب دیتے ہیں۔ کہ کیا میں خدا کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟"

(سیرۃ خیر الرسل صفحہ ۹۵)

مَیں کیا چاہتا ہُوں؟

(سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

بتاؤں تمہیں کیا کہ کیا چاہتا ہُوں
ہوں بندہ مگر مَیں خدا چاہتا ہُوں

مَیں اپنے سیاہ خانۂ دل کی خاطر
وفاؤں کے خالق وفا چاہتا ہُوں

جو پھر سے ہرا کر دے ہر خشک بودا
چمن کے لئے وہ صبا چاہتا ہُوں

مجھے بیر ہرگز نہیں ہے کسی سے
مَیں دُنیا میں سب کا بھلا چاہتا ہُوں

وہی خاک جس سے بنا میرا پُتلا
مَیں اس خاک کو دیکھنا چاہتا ہُوں

نکالا مجھے جس نے میرے چمن سے
مَیں اس کا بھی دل سے بھلا چاہتا ہُوں

مرے بال و پر میں وہ قوت ہے پیدا
کہ لے کر قفس کو اُڑا چاہتا ہُوں

کبھی جس کو رشیوں نے مُنہ سے لگایا
وہی جام اب مَیں پیا چاہتا ہُوں

رقیبوں کو آرام و راحت کی خواہش
مگر مَیں تو کرب و بلا چاہتا ہُوں

دکھلائے جو ہر دم نیا حُسن مجھ کو
مری جاں مَیں وہ آئینہ چاہتا ہُوں

تبرکات

حضرت مسیح موعودؑ کی جمالی شان

(از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام جمالی مُصلح تھے۔ جو اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں مبعوث کئے گئے۔ جس طرح کہ اسرائیلی سلسلہ میں حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت عیسیٰؑ جمالی رنگ میں ظاہر ہوئے۔ یہ درست ہے کہ جب کسی روحانی مصلح کو جمالی یا جلالی کہا جاتا ہے۔ تو اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہوتی کہ اس کی ہر بات جمالی یا جلالی شان رکھتی ہے۔ بلکہ اس کی طبیعت اور اس کے طریق کار کے غالب رجحان کی وجہ سے اُسے جمالی یا جلالی کا نام دیا جاتا ہے۔ ورنہ حق یہ ہے کہ ظِلّ اللہ یعنی خدا کے نائب ہونے کی حیثیت میں ہر روحانی مصلح میں ایک حد تک جلالی اور جمالی دونوں شانیں پائی جاتی ہیں۔ مگر جس مصلح میں خدائی مشیت اور زمانہ کے تقاضے کے ماتحت جلالی شان کا غلبہ ہو اُسے اصطلاحی طور پر جلالی مصلح قرار دیا جاتا ہے۔ اور ایسے مصلح عموماً نئی شریعت کے قیام یا کسی زبردست نئی تنظیم کے استحکام کے لئے آتے ہیں۔ دوسری طرف جس روحانی مصلح میں جمالی شان کا غلبہ ہوتا ہے۔ اُسے جمالی مصلح کا نام دیا جاتا ہے۔ گو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ ظِلّ اللہ یا کامل عبد ہونے کی وجہ سے اس میں بھی کبھی کبھی جلالی شان کی جھلک پیدا ہو جاتی ہے مگر اس کے مقام کا مرکزی نقطہ بہرحال جمالی رہتا ہے۔ ....

بہرحال چونکہ حضرت مسیح موعودؑ بانیٔ سلسلہ احمدیہ مسیح ناصری کی طرح جمالی شان کے مصلح تھے اسلئے آپ کے تمام کاموں میں جمالی شان کا غلبہ نظر آتا ہے۔ اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ شفقت و محبت اور پند و نصیحت اور عفو و کرم کے اس پیکر نے رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے احمدؐ نام کی ظلیت میں جنم لیا ہے ...... آپ نے نہ صرف اپنے عزیزوں اور دوستوں اور ہمسایوں کیلئے اور نہ صرف حکومت کے لئے جس کے آپ اسلامی تعلیم کے مطابق کامل طور پر وفادار تھے۔ بلکہ اپنے جانی دشمنوں کے لئے بھی اپنی فطری رحمت کا ثبوت دیا۔ اور اپنی جمالی شان کا ایسے رنگ میں مظاہرہ کیا۔ جس کی مثال نہیں ملتی۔"

(آئینۂ جمال صفحہ ۲۶ تا ۲۸)

ذکرِ حبیب علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ سیرت کے چند ایمان افروز واقعات

حضرت حافظ شیخ حامد علی صاحب رضی اللہ عنہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے بڑے قدیم اور مخلص صحابہ میں سے تھے۔ آپ کو ایک لمبا عرصہ امام زمان کے قدموں میں زندگی بسر کرنے اور حضور کی خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ آپ حضور کے ۳۱۳ مقرب صحابہ میں سے ہیں۔ حضرت حافظ صاحب مرحوم اور بعض اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کتاب "اصحاب احمد" جلد سیزدہم میں شائع ہوئے ہیں جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ ان واقعات کے مطالعہ سے ایک طرف تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ سیرت اور حسنِ اخلاق پر روشنی پڑتی ہے اور دوسری طرف حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ان فرشتہ سیرت اصحاب کے ایمان، عقیدت اور فدائیت کا پتہ لگتا ہے۔ قارئین کے ازدیادِ ایمان کے لئے چند واقعات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔ (ایڈیٹر)

(۱)

"حافظ صاحب جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہربانیوں اور شفقتوں کا ذکر کرتے تو چشم پُر آب ہو جاتے۔ ایک قسم کی بیقراری تمام بدن پر مستولی ہو جاتی۔ فرماتے۔ میں نے تو کبھی ایسا انسان دیکھا ہی نہیں۔ بلکہ زندگی بھر حضرت کے بعد کوئی انسان اخلاق کی اس شان کا نظر نہیں آتا تھا مجھے ساری عمر میں کبھی حضرت صاحب نے جھڑکا۔ اور نہ سختی سے خطاب کیا۔ بلکہ میں بڑا ہی سست تھا۔ اور اکثر آپ کے ارشادات کی تعمیل میں دیر بھی کر دیا کرتا تھا۔ بایں ہمہ سفر میں ہمیشہ مجھے ساتھ رکھتے تھے۔

ایک دفعہ حافظ صاحب کو کچھ لفافے اور کارڈ حضور نے ڈاکخانہ میں ڈالنے کو دیئے۔ جن میں سے بعض رجسٹری کرانے تھے۔ آپ کا حافظہ کچھ ایسا ہی تھا۔ اور علاوہ بریں کاموں کی کثرت۔ وہ کسی اور کام میں مصروف ہو گئے۔ اور خطوط سپرد ڈاک کرنا بھول گئے۔ رفتہ رفتہ وہ کارڈ اور لفافے بھی کہیں گر گئے۔ ایک ہفتہ کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب جو ابھی بچہ تھے۔ کچھ کارڈ اور لفافے لے کر دوڑتے ہوئے آئے۔ کہ ابا! ہم نے کوڑے کے ڈھیر سے

خط نکالے ہیں۔ حضور نے دیکھا تو وہی خطوط تھے جن میں سے بعض رجسٹری ہونے تھے۔ اور آپ اُن کے جواب کے منتظر تھے۔ حضورؑ نے حافظ صاحب کو بلوا کر اور خط دکھا کر بڑی نرمی سے صرف اتنا کہا۔ کہ حامد علی! تمہیں نسیان بہت ہو گیا ہے۔ فکر سے کام کیا کرو۔

—— (۲) ——

"محترم عرفانی صاحبؓ (یعنی حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ) بیان کرتے ہیں۔ کہ میں پہلی بار مارچ ۱۸۹۳ء میں قادیان آیا۔ مزدور راستہ بھول گیا۔ ساری رات چلنے کے بعد ہم سحری کے وقت قادیان پہنچے۔ حضرت حافظ حامد علی مرحوم کو خبر ہوئی کہ کوئی مہمان آیا ہے۔ اس وقت مہمان خانہ کے مہتمم کہو۔ داروغہ کہو۔ خادم سمجھو۔ سب کچھ وہی تھے۔ میرے وہ واقف و آشنا تھے۔ جب وہ آ کر ملے۔ تو محبت اور پیار سے انہوں نے مصافحہ اور معانقہ کیا۔ اور حیرت سے پوچھا کہ اس وقت کہاں سے۔ مَیں نے جب واقعات بیان کئے تو بیچارے بہت حیران ہوئے۔ مَیں نے وُہ سبزی وغیرہ ان کے حوالہ کی۔ وہ لے کر اسی وقت اندر گئے۔ اور حضرت صاحب کو اطلاع کی۔ میرا خیال ہے کہ تین بجے کے قریب قریب وقت تھا۔ حضرت صاحب نے اسی وقت مجھے گول کمرہ میں بُلا لیا۔ اور وہاں پہنچنے تک پُر تکلف کھانا بھی موجود تھا۔ مَیں اس ساعت کو اپنی عمر بھر کبھی نہیں بھول سکتا۔ کہ کس محبت اور شفقت سے بار بار فرماتے تھے۔ آپ کو بڑی تکلیف ہوئی۔ مَیں عرض کرتا۔ نہیں حضور تکلیف تو کوئی نہیں ہوئی۔ مگر آپ بار بار فرماتے۔ راستہ بھول جانے کی پریشانی بہت ہوتی ہے۔ اور کھانا کھانے کے لئے تاکید فرمانے لگے۔ مجھے شرم آتی تھی۔ کہ آپ کے حضور کس طرح کھاؤں مَیں نے تامّل کیا۔ مگر آپ نے خود اپنے دستِ مبارک سے کھانا آگے کر کے فرمایا۔ کہ کھاؤ بہت بھوک لگی ہوگی۔ سفر میں تھکان ہو جاتی ہے۔ آخر مَیں نے کھانا شروع کیا۔ تو پھر فرمانے لگے کہ خوب سیر ہو کر کھاؤ۔ شرم نہ کرو۔ سفر کر کے آئے ہو۔

حضرت حافظ حامد علی صاحب بھی پاس بیٹھے تھے۔ اور آپ بھی تشریف فرما تھے۔ مَیں نے عرض کیا۔ کہ حضور آپ آرام فرمائیں۔ مَیں اب کھاؤں گا۔ حضرت اقدس نے اس وقت یہ محسوس کیا کہ میں آپ کی موجودگی میں تکلف نہ کروں۔ فرمایا۔ اچھا! حامد علی! تم اچھی طرح سے کھلاؤ۔ اور یہاں ہی ان کے لئے بستر بچھا دو۔ تاکہ یہ آرام کر لیں۔ اور اچھی طرح سے سو جائیں۔ آپ تشریف لے گئے۔ مگر تھوڑی دیر بعد ایک بستر لئے ہوئے پھر تشریف لے آئے۔ میری حالت اس وقت عجیب تھی۔ ایک طرف مَیں آپ کے اس سلوک سے نادم ہو رہا تھا۔ کہ ایک واجب الاحترام ہستی اپنے ادنیٰ غلام کے لئے کس مدارات میں مصروف ہے۔ مَیں نے عذر کیا۔ کہ حضور نے کیوں تکلیف فرمائی۔ فرمایا۔ نہیں۔ نہیں تکلیف کس بات کی۔ آپ کو آج بہت تکلیف ہوئی ہے اچھی طرح سے آرام کرو۔

غرض آپ خود بستر رکھ کر تشریف لے گئے۔ اور حافظ حامد علی صاحب میرے پاس بیٹھے رہے۔ انہوں نے محبت سے کھانا کھلایا۔ اور بستر بچھا دیا۔ مَیں لیٹ گیا۔ تو مرحوم حافظ حامد علی نے میری چاپی کرنی چاہی۔ مَیں نے بہت ہی عذر کیا تو

وہ رُکے۔ مگر مجھے کہا کہ حضرت صاحب نے مجھے فرمایا تھا۔ کہ ذرا دبا دینا بہت تھکے ہونگے۔ ان کی یہ بات سنتے ہی میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل گئے"۔ (سیرت مسیح موعودؑ حصہ اوّل صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۵)

—————(۳)—————

حضرت حافظ حامد علی صاحب کے ذکر میں لکھا ہے کہ :-

"آپ کے بھائی شیخ زین العابدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ مَیں ایک جمعہ کو قادیان آیا۔ کہ حافظ حامد علی صاحب سے کنوآں لگوانے کے لئے مطلوب ایک صد روپیہ کے بارے میں مشورہ کروں۔ حضرت صاحب گول کمرہ میں ٹہل رہے تھے میں نے مصافحہ کیا اور ساتھ ہی ٹہلنے لگا۔ فرمایا۔ میاں زین العابدین! کس کام آئے ہو؟ عرض کیا حضور! صرف زیارت کرنے اور جمعہ پڑھنے آیا ہوں۔ فرمایا۔ زمینداروں کو فرصت کم ہوتی ہے۔ جب وہ آتے ہیں تو کوئی کام اُن کے مدِّ نظر ہوتے ہیں کہ جمعہ پڑھ لیں گے۔ مل لیں گے اور فلاں کام بھی کر لیں گے۔ سو آپ اپنا کام بتائیں۔ عرض کی کہ ایک کام ہے لیکن آپ کو بتانے والا نہیں۔ پھر آپ نے اصرار کیا۔ لیکن میں چھپاتا تھا۔ کیونکہ سود پر قرض حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور ذکر کرنے پر حضور فرمائیں گے کہ یہ گناہ ہے۔ فرمایا۔ میں تو ضرور دریافت کرونگا۔ اور کھانا کھانے سے پہلے ہی دریافت کروں گا۔ پھر کھانا کھائیں گے۔ حضور جانتے تھے۔ کہ یہ روٹی بہت کھاتا ہے۔ اس کو بھوک لگ گئی تو یہ خود بخود بتا دے گا۔ جب میں آیا کرتا تھا تو حضور حافظ صاحب کو فرمایا کرتے تھے۔ کہ حافظ صاحب! زین آئے ہیں۔ بہت سا روٹی اور سالن لے آنا۔ آپ نے بہت اصرار کیا تو مَیں نے عرض کی کہ اگر حضور نے کام کرنا ہے تو بتاتا ہوں ورنہ نہیں۔ حضور نے فرمایا۔ کہ مَیں انشاء اللہ آپ کا کام ضرور کر دُوں گا۔ تو مَیں نے رُومال زمین پر بچھا کے عرض کیا۔ کہ اس طرح ایک صد روپیہ درکار ہے۔ حضور اپنے وعدہ کے مطابق قرض عنایت فرمائیں آہستہ آہستہ میں واپس کر دُوں گا۔ فرمایا۔ میں ایک ایسی تجویز بتاتا ہوں جس سے کنوآں بھی لگ جائے گا۔ اور آپ قرض سے بھی بچ جائیں گے۔ میاں حامد علی کو میں افریقہ بھیج رہا ہوں اور اس کی بابت مجھے اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتایا ہے کہ وہ زندہ آئے گا۔ اور فائدہ حاصل کر کے آئے گا۔ تم بھی اس کے ساتھ ہی چلے جاؤ۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ اگر دو بھائی اکٹھے غیر ملک کے سفر پر جائیں۔ تو سفر بابرکت ہوتا ہے۔ وہاں سے پہلی تنخواہ کنوئیں کے لئے بھیج دیں۔ پھر دوسری بھیج دیں۔ کنوآں مکمل ہو جائے گا۔ قرضہ سے بچ جاویں۔ گو افریقہ کا ملک سخت ہے مگر آپ کے لئے مبارک ہے۔ آپ دونوں بھائی زندہ آئیں گے۔ اور فائدہ حاصل کر کے آئیں گے۔ مَیں یہ سُنکر خاموش ہو گیا۔ عصر کے وقت حضور سے واپس جانے کی اجازت مانگی۔ فرمایا۔ پھر کب واپس آؤ گے۔ عرض کیا کہ آپ رقعہ لاہور کے لئے لکھ دیں۔ مَیں بھرتی ہونے کے لئے گاؤں سے ہی لاہور چلا جاؤں گا۔ حضور نے ایک چٹھی لاہور کے بابو تاج الدین صاحب کی طرف تحریر کر دی کہ دونوں بھائیوں کو مَیں بھیجتا ہوں۔ آپ انہیں افریقہ بھجوا دیں۔ چنانچہ انہوں نے

ہمیں بھرتی کرا دیا۔ ہم براستہ کراچی بمبئی پہنچے۔ جہاز پر ہم روانہ ہوئے اس میں ایک ہزار افراد سفر کر رہے تھے۔ جو ملازمت کے لئے بھرتی ہوئے تھے۔ افریقہ پہنچنے میں ابھی چار روز باقی تھے۔ کہ کپتان نے آدھی رات کو اعلان کر دیا کہ جہاز طوفان میں گھر گیا ہے اور خراب ہو گیا ہے اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔ لوگ دعا کریں۔

شیخ صاحب مزید بیان کرتے ہیں۔ کہ بھائی حامد علی صاحب نے مجھے جگایا۔ مَیں نے دریافت کیا کہ لوگ کیوں روتے ہیں حافظ صاحب نے مجھ سے وعدہ لے کر کہ مَیں غم نہ کروں بات بتلائی اور کہا کہ دعا کرو۔ مَیں نے کہا کہ جہاز غرق نہیں ہو سکتا۔ ہم پر مسیح کے دو حواری بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالٰے کے مامور نے مجھے خوشخبری دی تھی۔ کہ تم دونوں بھائی افریقہ جاؤ۔ وہاں سے صحیح سلامت فائدہ حاصل کر کے آؤ گے۔ بھائی حامد علی نے کہا۔ کیا پتہ حضور کے الفاظ تعبیر طلب ہوں۔ مَیں نے کہا۔ ہر گز نہیں۔ میرا ایمان اور یقین ہے۔ کہ مَیں نے حضور کے مُنہ سے جو سُنا ہے وہی ہو گا۔ چنانچہ اسی وقت دعا میں شامل ہو گئے۔ قریباً ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد کپتان نے اعلان کیا۔ کہ اب امن ہو گیا ہے اور جہاز خطرہ سے باہر ہو چکا ہے۔ قریباً چوتھے روز ہم مشرقی افریقہ پہنچے اور جہاز آٹھ دن وہیں کھڑا رہا۔ اور پھر وہ زنجبار کو روانہ ہوا۔ اور وہ راستہ میں ایک دن کے بعد غرق ہو گیا۔

میرے چچا شیخ شہاب الدین صاحب نے بٹالہ میں ایک اخبار میں یہ بات پڑھی۔ وہ وہاں مٹیاری کا سامان لینے گئے تھے۔ انہوں نے گھر آکر بھائی فقیر علی صاحب کو بتایا اور کہا۔ گھر میں عورتوں کو نہ بتانا۔ لیکن حضرت صاحب کی خدمت میں خبر پہنچانا ضروری ہے۔ دونوں قادیان آئے اور حضرت صاحب سے مل کر رونے لگ پڑے۔ حضور نے اسکی وجہ پوچھی تو انہوں نے یہ خبر بیان کی اور کہا کہ وہ دونوں غرق ہو گئے ہوں گے۔ فرمایا۔ ہر گز نہیں۔ وہ زندہ ہیں۔ جاؤ اور جا کر دیکھو۔ تمہارے گھر میں جو ڈاک آئے گی۔ اس میں ضرور تمہارے بھائیوں کا خط ہو گا۔ اور میری طرف بھی خط آرہا ہے اگر پہلے مجھے پہنچا تو مَیں آپ کو پہنچا دوں گا۔ اور اگر آپ کو پہلے مل گیا۔ تو مجھے پہنچا دینا۔ چنانچہ یہ دونوں گاؤں پہنچے تو ہمارا خط انہیں مل گیا۔ وہاں ہماری تنخواہ بڑھ گئی اور ہم نے وہاں سے روپیہ بھیجا اور ہمارا کنواں لگ گیا۔[1]

شیخ زین العابدین صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ افریقہ جاتے ہوئے بھائی حامد علی صاحب نے حضرت صاحب کا ایک عصا اور ایک چوغہ بطور تحفہ و تبرک ساتھ لیا تھا۔ ہم اس عصا کو ہر مشکل کے وقت ہاتھ میں رکھتے تھے اور چوغہ پہن لیتے تھے۔ افریقہ میں اس زمانہ میں آب و ہوا بہت خراب تھی اور طرح طرح کی بیماریاں تھیں۔ ہمیں وہاں رہتے ابھی چھ ماہ کا عرصہ ہوا تھا۔ کہ ایک جگہ ہم کام کرنے گئے۔ تو وہاں مزدوروں میں مروڑ کی مرض پھوٹ پڑی۔ جو اس قدر خطرناک تھی کہ جسے لگتی اسے قبر میں پہنچا دیتی۔ اور ایک بھی مثال کسی ایسے مریض کی صحت یابی کی نہیں مل سکتی تھی جس شخص کو پہلا دست آتا تھا وہ کام چھوڑ دیتا تھا اور اسے یقین ہو جاتا تھا کہ اب اس کی وفات کا وقت بالکل

---

[1] رجسٹر روایات صحابہ نمبر اوّل صفحہ ۸۷ تا ۸۹ و رجسٹر نمبر ۱۱ صفحہ ۵۰ تا ۵۴

قریب ہے۔ مزدور قبر کھودنے چلے جاتے۔ جب واپس آتے تو لاش تیار ہوتی تھی۔ ہم ایک ہزار افراد تھے۔ تین دن یہی پریشانی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد کوئی نہ کوئی مرجاتا۔ اور قبر کھودنی پڑتی۔

اسی اثنا میں بھائی حامد علی صاحب کو بھی مروڑ لگ گئے۔ وہ بہت گھبرائے اور کام چھوڑ کر ڈیرہ پر آ گئے۔ اور مجھے کہا کہ اب میں چند گھنٹے کا مہمان ہوں۔ اگر کوئی چارہ چل سکتا ہے تو چلا لو۔ میں نے کہا۔ کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ آپ ہرگز نہیں مر سکتے حضرت صاحب نے مجھے خود فرمایا ہے۔ کہ تم زندہ اور فائدہ حاصل کر کے آؤ گے۔ حافظ صاحب نے کہا کہ شاید ان الفاظ کا کوئی اور مطلب ہو۔ میں نے کہا کہ آپ کے متعلق تو حضرت صاحب کا الہام بھی ہے اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ افریقہ میں آپ فوت ہو جائیں۔ کیا آپ میری دو چار گھنٹے کی جدائی برداشت کر لیں گے۔ انہوں نے کہا جیسے آپ کی مرضی۔ مگر مجھے پانی دینے کا انتظام کر جاؤ۔ میں نے ایک مزدور کو کہا کہ میرے بھائی کو پانی دینا۔ مزدوروں نے پوچھا۔ کیا ان کی قبر کھود لی جائے۔ میں نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ حضرت مرزا صاحب کا الہام ہے کہ یہ زندہ واپس ہندوستان جائے گا۔ اس کی قبر افریقہ میں ہرگز نہیں ہو سکتی۔ انھوں نے کہا۔ تم مرزائی لوگ یونہی مرزا صاحب کی کرامات بیان کرتے رہتے ہو۔ اگر یہ شخص بچ گیا۔ تو ہم یقین کریں گے کہ تمہارا مرزا سچا ہے۔ میں نے کہا۔ میرا بھائی ہرگز نہیں مرے گا۔ تم ہرگز قبر تیار نہ کرو۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ میں وہاں سے چل پڑا۔ قرآن مجید میرے ہاتھ میں تھا۔ اور میرا ارادہ صاحب سے اس دن کی چھٹی لینے کا تھا۔ اس کا ڈیرہ آٹھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ میں سارا راستہ روتا اور قرآن شریف پڑھتا گیا۔ راستہ میں جنگلی جانور بے شمار تھے مگر میں نے اِدھر اُدھر دیکھا ہی نہیں۔ جب صاحب کے ڈیرہ پر پہنچا۔ تو کلرک کو جو ہندو تھا سلام کیا۔ اس نے توجہ ہی نہ کی۔ میں نے اُسے دو روپے دیئے۔ اس پر وہ خاطر و مدارات سے پیش آیا۔ میں نے اُسے دو روپے اور دیئے۔ اور کہا کہ صاحب سے ملاقات کرا دو۔ میں چھٹی لینا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ صاحب سو رہا ہے۔ لیکن میں اسے دبانے لگوں گا وہ جاگ پڑے گا۔ میں کھانسوں گا۔ تم اندر آ جانا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ میں اندر چلا گیا۔ سلام کیا۔ اور رخصت کی درخواست کر دی۔ صاحب نے کہا یہ پنجابی لوگ محض رنڈی بازی کے لئے شہر جاتے ہیں۔ ورنہ یہاں راشن سرکاری ہے۔ اور وردی بھی ملتی ہے۔ شہر جا کر اپنا خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کلرک نے کہا یہ دونوں بھائی نئے مذہب کے ہیں۔ اور دینداری میں ان کی مثال تمام ڈویژن میں نہیں مل سکتی۔ آپ ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کریں۔ صاحب نے کہا۔ اگر ایسا ہے تو میں معافی چاہتا ہوں۔ مجھے کہا کہ معاف کر دو۔ میں نے عرض کیا کہ ہم غریب آدمی ہیں۔ رخصت لینے آیا ہوں۔ آپ رخصت دے دیں۔ اُس نے فوراً رخصت منظور کر دی۔

میں واپس پہنچا۔ اور ضروری بوتق لے کر گاڑی پر اپنے بھائی سمیت سوار ہو کر ممباسہ شہر پہنچا۔ وہاں تیس چالیس احمدی تھے ہماری آمد کی اطلاع پا کر باوجود ہماری غربت کے اور اپنی امارت کے وہ تمام نصف نصف ہزار روپیہ کے قریب تنخواہ پانے والے تھے۔ وہ سارے ہمارے استقبال کے لئے آئے۔ اور سگے بھائیوں سے بڑھ کر محبت سے پیش آئے۔

اس زمانہ میں احمدی ایک دوسرے پر جان فدا کرتے تھے۔ اور غیر از جماعت لوگ اس پر متعجب ہوتے تھے۔ میں نے کہا کہ حضرت صاحب نے فرمایا تھا کہ تم دونوں زندہ اور فائدہ حاصل کر کے آؤ گے۔ اس پر تمام دوست خوشی سے اچھل پڑے اور کہنے لگے پھر ہمیں کوئی غم نہیں۔ تم ضرور زندہ رہو گے۔ لیکن چونکہ دعا کرنے کا حکم ہے۔ اس لئے ہم دعا کرتے ہیں۔ تمام احمدی بھائیوں نے جمع ہو کر صبح تک ساری رات دعا کی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بھائی صاحب تندرست ہو گئے۔

ہم نے بہت خوشی منائی۔ اور قریباً دو صد روپیہ خرچ کر کے ساری جماعت کی دعوت کی اور ایک صد روپیہ حضرت صاحب کی خدمت میں بھی ارسال کر دیا:

—— (۴) ——

مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ کو حافظ حامد علی صاحب نے سنایا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میرے ساتھ کئی بار میرے گاؤں تھہ غلام نبی گئے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے موضع رجادہ پہنچے تو حضور شاید قضائے حاجت کے لئے گئے۔ تو میں نے ایک بیری سے بیر اتارے اور حضور کی خدمت میں پیش کئے۔ تو حضور نے پوچھا۔ یہ کس کی اجازت سے لئے ہیں۔ عرض کیا کہ یہ تو عام بات ہے۔ لوگ بیر اتار لیتے ہیں۔ اور کھا لیتے ہیں۔ کوئی منع نہیں کرتا۔ فرمایا۔ یہ درست نہیں۔ آخر یہ درخت کسی کی ملکیت ہیں۔ اس سے پوچھے بغیر بیر نہیں اتارنے چاہئیں۔

—— (۵) ——

حضرت حافظ صاحب بیان کرتے ہیں۔ "اکثر ایسا ہوتا تھا۔ کہ میں پہلی رات حضرت صاحب کے پاؤں دبانے کے لئے آپ کی چارپائی پر بیٹھ جاتا تھا۔ مگر پاؤں دباتے دباتے خود بھی اس چارپائی پر سو جاتا تھا۔ حضرت صاحب مجھے کبھی نہ جھڑکتے نہ خفا ہوتے۔ اور نہ جگاتے۔ بلکہ تمام رات میں وہاں سویا رہتا۔ اور معلوم نہیں کہ حضرت خود کس حالت میں گذار دیتے تھے۔ مگر میں آرام سے سوتا تھا۔ تہجد کے وقت حضور ایسی آہستگی اور خاموشی سے اٹھتے کہ مجھے کبھی خبر نہ ہوتی۔ لیکن گاہے گاہے جبکہ آپ کی آواز خشوع و خضوع کے سبب سے بے اختیار بلند ہوتی۔ مجھے خبر ہو جاتی۔ اور میں شرمندہ ہو کر اٹھتا۔ لیکن بے خبری میں سویا رہتا تو حضور مجھے نماز فجر کے واسطے اٹھاتے اور مسجد میں ساتھ لے جاتے"

—— (۶) ——

حضور ایک مرتبہ اپنے ایک صحابی حضرت شیخ چراغ علی صاحبؓ کے کسی خاندانی تنازعہ کے حل کے لئے ان کے گاؤں تشریف لے گئے۔ اس واقعہ کے بیان میں لکھا ہے کہ ایک روز صبح جب حضور بیدار ہوئے تو آپ پیشاب کرنے کے لئے اٹھے اور ایک ڈھیلا مٹی کا طلب فرمایا۔ اس پر ایک شخص مہردین نے ایک دیوار سے مٹی اکھیڑ کر دے دی۔ حضور نے دریافت فرمایا۔ کہ مٹی کہاں سے لائے ہو۔ اس نے کہا کہ ایک ارائیں کی دیوار سے لایا ہوں۔ فرمایا۔ اس سے پوچھ لیا تھا۔ اس نے کہا۔ کہ وہ تو ہمارا ہی روٹی ہے۔ فرمایا۔ کہ وہیں رکھ دو۔ میں نہیں لیتا۔"

(۷)

حضور علیہ السلام کے دل میں اپنے رفقاء کی معمولی معمولی خدمات کے لئے قدردانی کا جو بے پناہ جذبہ تھا اس کا اندازہ حضرت میاں نبی بخش صاحبؓ کی اس روایت سے ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں :۔

" ایک دفعہ حضور سیر کے لئے (باغ میں) تشریف لے گئے۔ اور بہت سے اصحاب بھی ہمراہ تھے۔ حضور کے دست مبارک میں ایک بید کا عصا تھا۔ حضور نے یہ عصا ایک پھلدار درخت پر جس کا مجھے نام یاد نہیں رہا۔ پھل اتارنے کی غرض سے درخت پر مارا۔ تو وہ عصا درخت میں اٹک گیا۔ ہر چند کہ اصحاب نے (اینٹیں مار کر) عصا اتارنے کی کوشش کی۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ تو مَیں نے عرض کیا کہ حضور میں درخت پر چڑھ کر عصا اتار دیتا ہوں۔ چنانچہ مَیں اُسی وقت حضور کے کھڑے کھڑے درخت پر چڑھ کر سونٹا اتار لایا۔ اس پر حضور اس قدر خوش اور متعجب ہوئے اور بار بار (مسکراتے اور) نہایت محبت بھرے الفاظ میں فرماتے۔ میاں نبی بخش! یہ تو آپ نے کمال کیا۔ کہ درخت پر چڑھ کر سونٹا اتارا۔ کیسے درخت پر چڑھے۔ اور کس طرح سے درخت پر چڑھنا سیکھا۔ یہ عصا تو ہمارے والد صاحب کا تھا۔ گویا آج آپ نے ہم کو نیا عصا دے دیا۔ اور راستے میں جو بھی ملتا۔ اس سے) اور مسجد میں بار بار (اس معمولی واقعہ کا ذکر بار بار) فرماتے۔ کہ میاں نبی بخش نے کمال کر دیا۔ درخت پر چڑھنے کا اور عصا اتارنے کا حضور ذکر فرماتے"

(۸)

حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ عرف "معنا" نے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب سفر جالندھر کے لئے تشریف لے گئے تو مجھے حکم دیا۔ کہ "حافظ! ہمارے مکان میں تم رہنا" ایک چونّی مجھے خرچ کے لئے دے گئے تھے۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ "اگر کچھ قرض کسی سے لوگے تو مَیں آکر ادا کر دوں گا" میں کبھی ننگل (موضع متصل قادیان) میں جا کر روٹی کھا لیتا۔ اور کبھی درختوں کے پتّے کھا کر دن گزار دیتا۔ ایک روز ہوشیارپور سے ایک مہمان آگیا۔ مَیں نے اس کو کہیں سے لاکر روٹی کھلائی۔ صبح کے وقت اپنے ہمسایہ کے گھروں سے آٹا مانگ کر اور ایک گھر سے روٹی پکوا کر اس کو کھلائی اور اسی طرح شام کو بھی اس کو کھانا کھلایا۔ تیسرے روز بھی وہ یہیں رہا۔ حالانکہ حضرت صاحب یہاں نہ تھے۔ مَیں اس کو ساتھ لیکر بوٹر (موضع متصل قادیان) میں گیا اور اس کو ایک دکان پر بٹھلا کر گھروں میں سے دانے (غلّہ) مانگے۔ جب ایک سیر کے قریب دانے ہو گئے۔ تو کسی کے گھر میں جا کر چکی سے اسے پیسا۔ اور آٹا لے کر اس کے ساتھ قادیان آیا۔ اور روٹی پکوا کر اس کو کھلائی۔ چوتھے روز وہ خود چلا گیا" راوی کہتے ہیں کہ مَیں نے اس پر حافظ صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے گداگری کیوں کی؟ تو فرمایا۔

" مَیں نے اپنے واسطے کبھی ایسا نہیں کیا۔ لیکن مہمان کو تو روٹی کھلانی ضرور تھی"

رشوت ۔۔۔ معاشرہ کا ایک رِستا ہُوا ناسُور

اِسلامی تعلیمات کی روشنی میں

مکرم جناب منصور احمد صاحب بشیر (واقف زندگی) ربوہ

لغوی معنے:۔ رشوت کے لغوی معنے عربی کی مشہور لغت اقرب الموارد میں اس طرح بیان ہوئے ہیں۔

" مَا يُعْطٰى لِاِبْطَالِ حَقٍّ اَوْ اِحْقَاقِ بَاطِلٍ "

یعنی جو چیز یا رقم کسی کا حق مارنے کے لئے یا اپنا ناجائز حق ثابت کرنے کے لئے دی جائے۔ وہ رشوت کہلاتی ہے۔

عربی میں رشوت، رشوت دینے، لینے اور طلب کرنے کے متعلق رشوۃ، ارتشی، اور استرشی کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹینکا میں اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔

"کوئی چیز پیش کرنا، دینا یا لینا خواہ وہ کسی شکل و صورت میں دی جائے جبکہ وہ ایسے کاموں کی تکمیل کا ذریعہ بن سکے جس کے لئے موزوں ذریعہ، احساسِ فرض ہونا چاہیئے"۔

انسان کو جہاں اپنے خالق اور مالک کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریاں ادا کرنی چاہئیں۔ وہاں ان فرائض کو بھی نہیں بھولنا چاہیئے جو سوسائٹی کی طرف سے اس پر عائد ہوتے ہیں۔ رشوت فرائض کی اس دوسری قسم سے تعلق رکھتی ہے جنہیں اسلامی اصطلاح میں حقوق العباد کہا جاتا ہے۔ رشوت ایک ایسا فعل ہے جس کے ذریعہ سوسائٹی کے مجموعی مفاد کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ اور اس کا مرتکب تمام قوم و ملک کے انحطاط و تنزل کا باعث ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید سے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ترقیات کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ترقی کا پہلا حصہ یہ ہے کہ انسان کو نہایت ادنیٰ درجہ حیوانیت سے تہذیب کے اعلیٰ درجہ تک پہنچایا جائے۔ اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ انسان کو اخلاق کے اعلیٰ درجہ سے روحانیت کے اعلیٰ درجات تک پہنچایا جائے۔

ان دو اقسامِ اصلاحِ انسانی کے پیش نظر اگر رشوت کو دیکھا جائے۔ تو یہ حقیقت بالکل ظاہر ہو جاتی ہے کہ رشوت سے روکنا در اصل پہلی قسم اصلاح سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا مرتکب انسانیت کے ادنیٰ درجہ سے بھی محروم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید اور حدیث نے نہایت وضاحت اور سختی کے ساتھ اس کو روکا ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں:۔

وہ آیاتِ قرآنیہ جن میں صراحت سے رشوت کی خرابی اور ممانعت بیان ہوئی ہے درج ذیل ہیں:۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۱۸۹)

یعنی تم اپنے (بھائیوں کے) مال آپس میں (مل کر) جھوٹ اور فریب کے ذریعہ سے مت کھاؤ۔ اور نہ اُن (اموال) کو (اس غرض سے) حکام کی طرف کھینچ لے جاؤ۔ تا تم لوگوں کے مالوں کا کوئی حصہ جانتے بوجھتے ہوئے ناجائز طور پر ہضم کر جاؤ۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اصولی طور پر ظلم اور تعدّی سے منع فرماتے ہوئے انسان کو رشوت لینے اور دینے سے روکا ہے۔

عرب کے یہود فیصلہ کرتے وقت عام رشوت لیتے تھے۔ اور اپنے قانون یعنی تورات کے احکام کو پس پشت ڈال دیتے تھے۔ اس طریق کو اللہ تعالیٰ نے یہود کے بدترین گناہوں میں شمار کیا ہے۔ اور متعدد آیات میں اس کا ذکر کر کے مسلمانوں کو اس کی قباحت کی طرف توجہ دلائی ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ (سورۃ بقرۃ آیت ۱۷۵)

یعنی جو لوگ اس (تعلیم) کو جو اللہ نے (اپنی) کتاب (میں) سے نازل کی ہے چھپاتے اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں۔ وہ یقیناً اپنے پیٹوں میں صرف آگ ڈالتے ہیں۔ اور قیامت کے دن اللہ تعالےٰ نہ ان سے کلام کرے گا اور نہ ان کو پاک قرار دے گا۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب (مقدر) ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ جو شخص قانون کو فروخت کر کے اس کے بدلہ میں رشوت حاصل کرتا ہے وہ ہمیشہ گھاٹے میں رہتا ہے۔ دوسروں کا حق مارنے اور تمام قوم کو نقصان پہنچانے کی وجہ سے ایسا شخص اُس قلبی سکون سے یکسر محروم رہتا ہے جس پر ہر شخص کی کامیاب زندگی کا دارومدار ہے۔ ایسے لوگوں کے پیش نظر کوئی اعلیٰ مطمح نظر نہیں ہوتا بلکہ تفاخر، جھوٹی عزت، جسمانی آرام اور پیٹ بھرنے کی خاطر وہ اس فعل کے مرتکب ہوتے ہیں۔ چنانچہ جو سزا ان کو دی گئی۔ وہ بھی ان کے جرم کے مطابق ہے۔ یعنی ان کو جھوٹی عزت کے جذبات کی وجہ سے ان کو جہنم میں ذلت کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ اور جسمانی آرام اور پیٹ کے لئے رشوت لینے کی وجہ سے وہ جہنم میں اپنے پیٹوں میں آگ بھریں گے۔ اس آیت کی تفسیر میں ابن جریر نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہودی رئیس اپنے علماء کو اس لئے رشوتیں دیتے تھے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق تورات کی پیشگوئیاں لوگوں کو نہ بتائیں۔ یہ بھی دراصل اپنی جھوٹی عزت کو قائم رکھنے اور دنیاوی لالچ کی وجہ سے تھا۔

سورۂ مائدہ میں رشوت لینے کے اسی طریق کو حرام خوری قرار دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۔

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۔ (سورۃ المائدہ آیت ۶۳-۶۴)

یعنی تو ان میں سے بہتوں کو دیکھتا ہے کہ وہ گناہ اور زیادتی اور اپنے حرام کھانے (کے افعال) کی طرف دوڑ کر جاتے ہیں جو کچھ وہ کرتے ہیں وہ یقیناً بہت برا ہے عارف (لوگ) اور علماء انہیں ان کے جھوٹ بولنے اور ان کے حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے؟ جو کچھ وہ کرتے ہیں وہ یقیناً بہت برا ہے۔

جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ جیسے جلیل القدر صحابی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ روایت منقول ہے:۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ "

یعنی عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے"۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور صحیح یعنی نہایت پختہ اور ثقہ قرار دیا ہے۔

ابن ماجہ میں یہ حدیث اس طرح پر وارد ہوئی ہے:۔

"لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي"

یعنی رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے دونوں پر اللہ تعالےٰ کی لعنت ہے۔

طبرانی نے اس حدیث کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے

اَلرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ فِي النَّارِ "

یعنی راشی اور مرتشی دونوں آگ میں ڈالے جائیں گے۔

اس حدیث کے راویوں کو طبرانی نے ثقہ اور معروف یعنی نہایت اعلیٰ درجہ کے قرار دیا ہے۔ ایک اور جگہ انہی الفاظ میں اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے نقل کیا گیا ہے۔

اسلام نے ایک منصف، قاضی اور جج کو رشوت لینے سے خاص طور پر منع فرمایا ہے۔ جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق یہ حدیث مروی ہے:۔

"وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ فِي الْحُكْمِ "

یعنی حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو فیصلہ (کو ناجائز طور پر بدلنے) کے لئے رشوت لیتا یا دیتا ہے۔

اسی طرح طبرانی نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے۔

لَعَنَ اللّٰهُ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ فِي الْحُكْمِ "

یعنی اللہ تعالےٰ نے اس شخص پر لعنت کی ہے۔ جو فیصلہ کے وقت رشوۃ لیتا یا دیتا ہے۔

طبرانی نے یہ حدیث نقل کر کے اس کی اسناد کو بہت عمدہ قرار دیا ہے۔

ابن حبان ۔ حاکم ۔ امام احمد، بزاز اور طبرانی نے

ان الفاظ میں الرّائش کے الفاظ زائد بیان کئے ہیں۔ یعنی جو شخص راشی اور مرتشی کے درمیان سفیر یا دلال کے طور پر کام کرتا ہے وہ بھی ایسا ہی مجرم ہے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک جہنم کی سزا کے قابل ہے۔ جیسا کہ رشوت دینے یا لینے والا۔

رشوت کے دو عظیم نقصانات:۔

سنن احمد میں حضرت عمرو بن عاص سے اس بارہ میں ایک حدیث روایت کی گئی ہے۔

"وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ:۔ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيْهِمُ الرِّبَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالسَّنَةِ وَمَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيْهِمُ الرِّشَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالرُّعْبِ"

یعنی حضرت عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس قوم میں سود کی عادت جڑ پکڑ لیتی ہے اس میں خوشحالی کی جگہ قحط ظاہر ہو جاتا ہے اور جس قوم میں رشوت کی عادت پیدا ہو جاتی ہے اس کا رعب دوسری اقوام میں ختم ہو جاتا ہے۔

درحقیقت ان دو نقصانات کا جو اس حدیث شریف میں بیان ہوئے ہیں سود اور رشوت سے لازم و ملزوم کا سا تعلق ہے۔ سود سے جو مال حاصل کیا جائے اس کے لئے انسان کو محنت نہیں کرنی پڑتی اور اسی وجہ سے سود خور اس کی قدر نہیں کرتا۔ بلکہ اسے بے دریغ ضائع کرتا ہے۔ اس کے عام رواج پر قوم میں محنت کی عادت ختم ہو جاتی ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ کمی پیداوار اور قحط کی صورت میں نکلتا ہے۔ سود کی طرح رشوت سے بھی گوناگوں معاشرتی اور اخلاقی برائیاں مثلاً بددیانتی دھوکہ، فریب۔ کاہلی اور اقرباء پروری جنم لیتی ہیں۔ ان کے علاوہ رشوت کا ایک بڑا نقصان یہ ہوتا ہے۔ کہ دلوں سے محبت اٹھ جاتی ہے۔ اور اس کی جگہ بے اعتمادی اور کینہ لے لیتے ہیں۔ یہ چیزیں باہمی اتحاد اور قوت کو ختم کر دیتی ہیں۔ جس کی وجہ سے دوسری اقوام میں اس قوم کا رعب ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت حاکم نے نقل کی ہے۔ جس میں رشوت کی ان ہی خرابیوں کی وجہ سے راشی کے لئے جہنم میں دردناک عذاب بتایا گیا ہے۔

"وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرْفُوْعًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ وَلِيَ عَشَرَةً فَحَكَمَ بَيْنَهُمْ بِمَا اَحَبُّوْا اَوْ بِمَا كَرِهُوْا جِيْءَ بِهٖ مَغْلُوْلَةً يَدُهٗ فَاِنْ عَدَلَ وَلَمْ يَرْتَشِ وَلَمْ يَحِفْ فَكَّ اللّٰهُ عَنْهُ وَاِنْ حَكَمَ بِغَيْرِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَارْتَشَى وَحَابَى فِيْهِ شُدَّتْ يَسَارُهٗ اِلٰى يَمِيْنِهٖ ثُمَّ رُمِيَ بِهٖ فِيْ جَهَنَّمَ فَلَمْ يَبْلُغْ قَعْرَهَا خَمْسَ مِائَةِ عَامٍ"

یعنی حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں۔ کہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص کو دس آدمیوں پر حاکم بنایا جائے اور وہ (قانون کی بجائے) ان کی پسند یا ناپسند کے مطابق فیصلہ کرے تو اسے (حشر کے روز) اس صورت میں لایا جائے گا۔ کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے۔ لیکن اگر وہ عدل سے کام لے گا۔ تو اللہ تعالےٰ اس سے تمام تکالیف کو دور کر دے گا۔ اس کے مقابل پر اگر اس نے الٰہی احکام کے خلاف فیصلہ کیا ہوگا۔ رشوت لی ہوگی۔ اور حدودِ الٰہی کے بارہ میں مداہنت اختیار کی ہوگی تو اس کا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے ساتھ باندھ کر اسے جہنم میں گرا دیا جائے گا۔ اور وہ اس کی تہہ تک پانچ سو سال میں بھی نہیں پہنچے گا۔

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث رشوت کی شناعت میں اس طرح وارد ہوئی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اَلرِّشْوَۃُ فِی الْحُکْمِ کُفْرٌ۔ وَھِیَ بَیْنَ النَّاسِ سُحْتٌ۔ (رواہ الطبرانی)

یعنی حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فیصلہ کے لئے رشوت لینا کفر کے مترادف ہے۔ جبکہ لوگوں کے لئے اس کا لینا حرام اور ممنوع ہے۔

رشوت کا ایک بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ جہاں غیر حقدار اپنے حق سے زائد حاصل کر لیتا ہے وہاں حقدار اپنے حق سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے اس قبیح فعل پر مجبور ہو جاتا ہے۔

ارشاداتِ مسیح موعودؑ:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس طرح جو شخص اپنا حق حاصل کرنے کے لئے رشوت دیتا ہے۔ وہ ایسا ہی ہے۔ کہ جیسے کسی کمینے دشمن کو کچھ دے کر اس سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے۔ اس صورت میں اس کی قباحت اتنی نہیں ہے۔ جتنی کہ دوسروں کا حق مارنے کے لئے رشوت دینے کی ہے۔

۹ راگست ۱۹۰۶ء کی شام کو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے رشوت کے متعلق دریافت فرمایا۔ یہ سوال اور آپ کا جواب ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ ۳۱۶-۳۱۷ میں اس طرح درج ہے:۔

"حضرت مولانا نورالدین صاحب نے عرض کی۔ کہ حضور ایک سوال اکثر آدمی دریافت کرتے ہیں کہ ان کو بعض وقت ایسے واقعات پیش آتے ہیں کہ جب تک وہ کسی اہلکار وغیرہ کو کچھ نہ دیں۔ ان کا کام نہیں ہوتا۔ اور وہ تباہ کر دیئے جاتے ہیں۔ فرمایا:۔

"میرے نزدیک رشوت کی یہ تعریف ہے۔ کہ کسی کے حقوق کو زائل کرنے کے واسطے یا ناجائز طور پر گورنمنٹ کے حقوق کو دبانے یا لینے کے لئے کوئی مابہ الاحتظاظ کسی کو دیا جائے لیکن اگر ایسی صورت ہو کہ کسی دوسرے کا اس سے کوئی نقصان نہ ہو اور نہ کسی دوسرے کا کوئی حق ہو۔ صرف اس لحاظ سے کہ اپنے حقوق کی حفاظت میں کچھ دے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں اور یہ رشوت نہیں۔ بلکہ اس کی مثال ایسی ہے کہ ہم راستہ پر چلے جاویں اور سامنے کتا آجاوے تو اس کو ایک ٹکڑا روٹی کا ڈال کر اپنے طور پر جاویں۔ اور اس کے شر سے محفوظ رہیں"

اس پر حضرت حکیم الامت نے عرض کی کہ بعض معاملات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ پتہ ہی نہیں لگتا۔ کہ اصل میں حق پر کون ہے۔ فرمایا:۔

ایسی صورتوں میں استفتاء قلب کافی ہے۔ اس میں شریعت کا حصہ رکھا گیا ہے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے۔ اس پر اگر زیادہ غور کی جاوے تو امید ہے قرآن شریف سے بھی کوئی نص مل جاوے۔"

اسی طرح ایک اور موقعہ پر حضور علیہ السلام نے ان دونوں اقسام رشوت میں فرق کرتے ہوئے فرمایا۔

رشوت ہرگز نہیں دینی چاہیئے یہ سخت گناہ ہے مگر میں رشوت کی یہ تعریف کرتا ہوں کہ جس سے گورنمنٹ یا دوسرے لوگوں کے حقوق تلف کئے جاویں میں اس سے سخت منع کرتا ہوں۔ لیکن ایسے طور پر کہ بطور نذرانہ یا ڈالی اگر کسی کو دی جاوے۔ جس سے کسی کے حقوق کا اتلاف مدنظر نہ ہو۔ بلکہ اپنی حق تلفی اور شر سے بچنا مقصود ہو تو یہ میرے نزدیک منع نہیں اور میں اس کا نام رشوت نہیں رکھتا۔ کسی کے ظلم سے بچنے کو شریعت منع نہیں کرتی بلکہ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ فرمایا ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۲۰)

۱۶ مارچ ۱۹۰۳ء کو ایک صاحب نے سوال کیا کہ اگر ایک شخص تائب ہو تو اس کے پاس جو اوّل جائداد رشوت وغیرہ سے بنائی ہو اس کا کیا حکم ہے۔ فرمایا:۔

"شریعت کا حکم ہے کہ توبہ کرے تو جس جس کا وہ حق ہے وہ اُسے پہنچایا جاوے۔ رشوت اور ہدیہ میں تمیز چاہیئے۔ رشوت وہ مال ہے کہ جب کسی کی حق تلفی کے واسطے دیا یا لیا جاوے۔ ورنہ اگر کسی نے ہمارا ایک کام محنت سے کر دیا ہے اور حق تلفی بھی کسی کی نہیں ہوئی۔ تو اس کو جو دیا جاوے گا۔ وہ اس کی محنت کا معاوضہ ہو گا۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد پنجم صفحہ ۲۲۲-۲۲۳)

(بقیہ چوہدری عبدالرحمن صاحب مرحوم کا ذکر خیر)

تشریف لانے کی درخواست کی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت آپ کی خواہش کو پورا فرماتے ہوئے کوٹ احمدیاں کی زمین کو بھی برکت بخشی۔ اسی طرح آپ کی کوششوں کے نتیجہ میں کوٹ احمدیاں جیسے چھوٹے سے گاؤں میں لڑکوں اور لڑکیوں کے سکول اور ڈاکخانہ کا قیام عمل میں آیا۔ خدمت سلسلہ کے ساتھ ساتھ فلاحی کاموں میں بھی حصہ لیتے تھے۔

مرحوم کی عمر اڑتیس سال تھی۔ آپ نے تین بھائی۔ چار بہنیں اور دو بیوہ چھوڑی ہیں۔ آپ خود بھی موصی تھے اور آپ کی بیویاں بھی خدا کے فضل سے موصی ہیں۔ وقف عارضی پر گئے۔ تو اپنی ایک بیوی کو بھی اس کار خیر میں شامل فرمایا۔ مرحوم کے کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کا تابوت کوٹ احمدیاں میں امانتاً دفن ہے۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔
آمین۔

سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۱۹۶۷ء کے موقعہ پر قرآن مجید کا جو امتحان لیا گیا تھا۔ اس کا اصل پرچہ اور صحیح حل ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ صحیح حل دیکھنے سے قبل اسے خود حل کرنے کی کوشش کریں۔ (ادارہ)

حصہ اوّل:-

۱- قرآن مجید میں کل کتنی سورتیں ہیں؟

۲- قرآن مجید کی ابتدائی پانچ سورتوں کے نام ترتیب سے لکھیں؟

۳- قرآن مجید کی چار ایسی سورتوں کے نام لکھیں۔ جن کے نام انبیاء کے نام پر آئے ہیں؟

۴- قرآن مجید میں جن پھلوں کا ذکر آیا ہے اُن میں سے پانچ پھلوں کے نام لکھیں؟

۵- قرآن مجید میں کس سورۃ سے قبل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں آیا اور کیوں؟

۶- قرآن مجید میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کتنی بار آئی ہے؟

۷- قرآن مجید میں سب سے پہلے کونسی آیت نازل ہوئی۔

۸- نزول کے لحاظ سے سب سے آخری آیت کونسی ہے؟

۹- قرآن کے معنے کیا ہیں؟

۱۰- قرآن مجید کے مختلف نام تحریر کریں؟

۱۱- وہ کونسے صحابی ہیں جن کا نام قرآن مجید میں آیا ہے؟

۱۲- الٓمّٓ کے معروف معنے کیا ہیں؟

حصہ (ب)

۱- مندرجہ ذیل کے معنے لکھیں:-

۱- غِشَاوَةٌ - ۲- وَقُودُ - ۳- بَعُوضَةً - ۴- بُكْمٌ - ۵- الضَّآلِّيْنَ - ۶- رِجْزًا - ۷- فُوْمِهَا - ۸- اِهْدِنَا - ۹- بَقَرَةٌ - ۱۰- اَلنَّحْلُ - ۱۱- حِجَارَةٌ - ۱۲- اَنْهٰرُ -

۲- مندرجہ ذیل آیات کا ترجمہ لکھیں:-

(ا) ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ -

(ب) اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

(ج) فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝

(د) وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۝

(ھ) كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ -

(و) اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ -

(ز) وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا

(جوابات صفحہ ۲۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

اے مالکِ سُبحانی!

(مکرم جناب امین اللہ خانصاحب سالکؔ ربوہ)

ہم فضل کے طالب ہیں اے مالکِ سُبحانی
غالب نہ کبھی آئے جو نفس ہے شیطانی

پاؤں نہ پھسل جائے، لغزش نہ کہیں آئے
حائل ہو نہ رستے ہیں، یہ عُمر کی نادانی

ہم کو ہے شرف حاصل، مانا ہے مسیحا کو
وہ پاک مسیحا کہ ہے فخرِ سُلیمانی

جس نور سے روشن ہوں یہ قلب و نظر اپنے
وہ نور عطا کردے، اے نیّرِ سُبحانی

دینا ہے زمانے کو، پیغام ہدایت کا
توفیق عطا کردے اے قدرتِ لاثانی

گمراہ نہ ہو جائیں، مغضوب نہ بن جائیں
سُن لے یہ دُعا دل کی، اے خالقِ یزدانی

مسلسل

نماز باترجمہ کا دوسرا سبق

نماز باترجمہ کے سلسلہ میں گذشتہ شمارہ میں ہم نے پہلا سبق درج کیا تھا جو نماز شروع کرنے کی نیت پر مشتمل تھا۔ نماز کی نیت کرنے کے بعد قبلہ رُخ ہو کر مقررہ طریق سے نماز شروع کی جاتی ہے اور اس میں علی الترتیب ثناء۔ تعوّذ، تسمیہ اور سورۃ فاتحہ پڑھی جاتی ہیں۔ جو یہ ہیں:-

ثناء

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَ

پاک ہے تو اے اللہ اور اپنی تعریف کے ساتھ اور برکت والا ہے تیرا نام اور

تَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ۔

بلند ہے تیری شان اور نہیں کوئی معبود تیرے سوا۔

تعوّذ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی (اس) شیطان سے جو دھتکارا ہوا ہے۔

تسمیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

(میں شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا کرم کرنیوالا (اور) بار بار رحم کرنیوالا ہے۔

سورۃ الفاتحہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں (جو) پالنے والا ہے سب جہانوں کا۔ (جو) بے انتہا کرم کرنیوالا اور بار بار رحم کرنیوالا ہے

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

(جو) مالک ہے جزا سزا کے دن کا۔ (اے اللہ!) صرف تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ

تو ہم کو دکھا وہ راستہ جو سیدھا ہو۔ (یعنی) راستہ ان لوگوں کا انعام کیا تُو نے

عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

جن پر نہ (ان لوگوں کا) جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔ اور نہ گمراہوں کا۔

(اٰمِيْن)

(اے اللہ) ہماری دعا قبول فرما۔

مولوی صاحب! نماز کا وقت ہو گیا ہے!

ایک دلچسپ تبلیغی گفتگو

(محترم جناب چوہدری شبیر احمد صاحب - ربوہ)

۱۹۴۱-۴۲ء کی بات ہے جبکہ خاکسار فیروزپور چھاؤنی میں رہتا تھا۔ ایک دن مقامی جماعت کے ایک بزرگ بنام رحمت خاں صاحب (خدا انہیں غریق رحمت کرے) میرے پاس آئے۔ اور فرمایا کہ "آج شام کو ایک مولوی صاحب سے تبادلۂ خیالات کرنا ہے۔ آپ کو ان سے بات کرنی ہوگی"۔ بزرگوار خانصاحب زیادہ لکھے پڑھے نہ تھے لیکن تبلیغ کا بڑا شوق رکھتے تھے۔ مجھے ان کی اس اطلاع پر کوئی تعجب تو نہ ہوا۔ تاہم میں نے ان سے کہا۔ کہ جماعت کی نمائندگی کا سوال ہے۔ اس لئے مجھ سے کوئی بہتر معلومات رکھنے والا دوست منتخب کیا جائے تو زیادہ موزوں ہوگا۔ فرمانے لگے کہ آپ کا انتخاب اس لئے موزوں ہے کہ مولوی صاحب کو میں کہہ آیا ہوں کہ ہماری جماعت کے ایک بچے سے بھی آپ بات نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے اب آپ کو ہی اس بحث میں حصہ لینا ہوگا۔

عاجز نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے شام کو مقررہ مقام پر حاضر ہونے کی حامی بھر لی۔ اور مکرم خانصاحب سے تاکیداً عرض کی کہ کامیابی اور خیر و برکت کے لئے بہت دعائیں کریں۔ چنانچہ مولوی صاحب کے ایک گہرے معتقد کے گھر میں تبادلۂ خیالات ہونا تھا۔ خاکسار وہاں نماز مغرب کے معاً بعد پہنچ گیا۔ خاکسار فنِ مناظرہ سے قطعاً ناواقف تھا۔ نہ کوئی کتاب ہمراہ لی۔ نہ حوالہ جات کا کوئی نوٹ رکھا۔ مکرم خانصاحب موصوف بھی وہاں خالی ہاتھ پہنچ گئے۔ ایک صاف ستھری مشرقی طرز کی بیٹھک میں صاف ستھرے فرش پر گاؤ تکیہ سے ٹیک لگائے ایک باریش بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ سنہری عینک سفید عمامہ۔ لمبا کوٹ زیب تن تھا۔ صاحبِ خانہ نے مجھے ان کے بالمقابل بٹھا دیا۔ انہوں نے بڑی بے نیازی سے مکرم خانصاحب سے پوچھا۔

"کیا یہی صاحب مجھ سے بات کریں گے؟"

مکرم خانصاحب نے فرمایا "جی ہاں ہماری جماعت کا یہ ایک بچہ ہے۔ یہی آپ سے بات چیت کرے گا"۔

مولوی صاحب۔ جو ایک خاص انداز سے پان کی جگالی کر رہے تھے۔ اگالدان میں پان کو اگلتے ہوئے بولے۔

"دیکھو بیٹا سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے متعلق آپ لوگوں نے جو عقیدہ گھڑ لیا ہے۔ قرآن حکیم تو اس کی تائید نہیں کرتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کو سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مُردوں میں داخل کرنا ہی تھا

تو وہ ان کے متعلق قرآن مجید میں موت کا لفظ استعمال فرماتا نہ کہ وفات کا۔ کیونکہ حیات کا ضد موت ہی ہے۔ نہ کہ وفات۔"

مولوی صاحب تبادلۂ خیالات کا مطلب شاید یہ سمجھتے تھے کہ بولنے کا حق صرف انہیں ہی حاصل ہے اس لئے ان کی تقریر نے بہت طول کھینچا۔ انہوں نے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ" اور اسی طرح کی کئی آیتیں پڑھ ڈالیں اور ہر آیت کے بعد کہتے کہ دیکھئے اس میں "حیات" کے ساتھ "موت" کا ذکر ہے نہ کہ "وفات" کا۔ مولوی صاحب کی طول طویل اور زوردار تقریر سے ان کے معتقد سامعین بڑے متاثر ہو رہے تھے۔ ان کے چہرے خوشی سے تمتما رہے تھے کہ آج دو مرزائیوں کو مولوی صاحب تائب کر کے چھوڑیں گے۔

خاکسار نے بھی مولوی صاحب کو موقعہ دیا کہ وہ اپنا پورا زور صرف کر لیں اور ان کی تقریر کے دوران مصروف دعا رہا۔ بزرگوار رحمت اللہ خاں صاحب بھی بالکل خاموش تھے اور زیر لب دعا میں مصروف۔ چنانچہ جب مولوی صاحب بزعم خود اپنے دلائل کی سدِ سکندری تعمیر کر چکے تو بندہ نے باادب گذارش کی۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کے لئے مجھے اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ موت اور حیات ضدین ہیں یا نہیں۔ جناب مولوی صاحب انہیں تو یہ دیکھنا ہے کہ وفات کا لفظ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق استعمال کیا ہے۔ اس سے مراد مرنا ہے یا نہیں۔ جب وفات کے لفظ سے مرنا ثابت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے آگے سر تسلیم خم کر لینا چاہیئے۔

اب یہ محض اللہ تعالیٰ کا تصرف تھا کہ مولوی صاحب جس غلط بحث میں مجھے گھسیٹ کر رسوا کرنا چاہتے تھے۔ وہ یکسر ان کے ذہن سے اُتر گئی۔ اور انہوں نے بغیر سوچے سمجھے مجھے چیلنج کر دیا۔

"کیا آپ توفّی سے مرنا ثابت کر سکتے ہیں؟"

"جی ہاں" میں نے کہا۔ "تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ قرآن مجید میں پڑھ لیجئے"۔

اس پر مجلس میں خاموشی طاری ہو گئی۔ مولوی صاحب کچھ سلیم الطبع معلوم ہوتے تھے۔ کلمۂ حق ان کے دل پر اثر کر گیا۔ مولوی صاحب کے معتقدین کا رنگ بدل چکا تھا بالآخر ان میں سے ایک نے حکمت عملی سے کام لیا۔ اور جلدی سے اُٹھ کر کہا۔

"مولوی صاحب نماز کا وقت ہو گیا ہے"

چنانچہ مولوی صاحب عجلت سے کھڑے ہو گئے۔ اور بغیر اظہارِ معذرت کے اندرونِ خانہ چلے گئے۔ مجلس خود بخود برخاست ہو گئی۔

(بقیہ نئی کتابیں)

کافی معلومات یکجا مل جاتی ہیں۔ جن لوگوں کو ترجمہ نہیں آتا۔ ان کے لئے اس کا مطالعہ مفید ثابت ہو گا۔ چند ایک اعرابی غلطیاں نظر سے گذری ہیں۔ امید ہے آئندہ ایڈیشن میں ان کی اصلاح کر دی جائے گی۔

ضخامت ۴۸ صفحات۔ کاغذ سفید۔

قیمت ۴۰ پیسے۔

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ فیض عام۔ ربوہ۔

مسلسل

الفاظ کا صحیح تلفّظ

(۲)

الفاظ کے صحیح تلفّظ کے سلسلہ میں آج دوسری قسط پیشِ خدمت ہے۔ اس قسط میں بھی چند ایسے الفاظ کا صحیح تلفّظ بتایا گیا ہے۔ جو عام طور پر جماعت احمدیہ کے ماحول میں بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔

قارئینِ خالد کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ بھی اس سلسلہ میں ہمیں مستند اور مفید مواد اشاعت کیلئے ارسال کریں تا ان صفحات کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ اور مفید بنایا جا سکے ——— (ادارہ)

۶۔ منارۃ المسیح۔ اس کا صحیح تلفّظ مَنَارَۃُ الْمَسِیْحِ ہے۔ یہ وہ بلند اور خوبصورت منارہ ہے۔ جو جماعت احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان دارالامان میں مسجد اقصیٰ کے صحن میں تعمیر کیا گیا ہے۔

۷۔ کشتیٔ نوح۔ اس کا صحیح تلفّظ کَشْتِیٔ نُوْح ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک بہت مشہور تصنیف ہے جس میں آپ نے علاوہ اور امور کے اپنی جماعت کے لئے تعلیم درج فرمائی ہے۔ اس کتاب کو کِشتی نوح کہنا درست نہیں ہے۔

۸۔ معتمد۔ یہ لفظ مجلس خدام الاحمدیہ کی تنظیم میں ایک معروف لفظ ہے۔ اس کا صحیح تلفظ مُعْتَمَدْ ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ ایسا شخص جس پر اعتماد کیا گیا ہو۔ اصطلاحی طور پر اس سے مراد وہ خادم ہوتا ہے۔ جس کے سپرد اِعْتِمَادْ کا شعبہ ہو۔ اس لفظ کو مُعْتَمِدْ بولنا یا پڑھنا درست نہیں ہے۔

۹۔ مجلس عاملہ۔ ان دو الفاظ کا صحیح تلفّظ مَجْلِسِ عَامِلَۃ ہے۔ اس سے مراد چند افراد کی تنظیم ہے جو مل کر کام کرتے ہیں۔ خدام الاحمدیہ کے عہدیداران کی تنظیم کو بھی مجلسِ عاملہ کہا جاتا ہے۔ ان الفاظ کو مَجْلَسْ عَامْلَۃ کہنا درست نہیں ہے۔ صحیح تلفظ مَجْلِسِ عَامِلَۃ ہے۔

۱۰۔ منجانب اللہ۔ اس کے معنی ہیں اللہ کی طرف سے۔ یہ ایک عربی ترکیب ہے۔ اس کا صحیح تلفّظ یوں ہوگا۔ مِنْجَانِبِ اللّٰہِ۔ (مِنْ جَانِبِ اللّٰہ) اور استعمال کی یہ صورت ہوگی۔ جیسے:۔

"چاند اور سورج کا گرہن حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے مِنْجَانِبِ اللّٰہ (یعنی اللہ تعالےٰ کی طرف سے) ہونے کی ایک زبردست دلیل ہے"۔

ایڈیٹر کے نام

مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال اوّل تحریک جدید ربوہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"کچھ عرصہ ہوا۔ خاکسار نے رسالہ خالد میں ایک مستقل عنوان قائم کرنے کے لئے لکھا تھا نہ معلوم آپ کو یہ تجویز پسند آئی کہ نہیں۔ آج میں الفضل کے پرانے پرچے دیکھ رہا تھا کہ مہتمم صاحب اشاعت خدام الاحمدیہ کی طرف سے سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اہم ہدایت کی یاد دہانی نظر سے گذری۔ حضور نے فرمایا تھا کہ

"ہر خادم اپنے رسالہ کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور لکھے"

اب "کچھ نہ کچھ" کی طرف راہنمائی کرنا خالد کا کام ہے میرے نزدیک "اصلاح و ارشاد کے ذاتی تجربات" ہر خادم کے لئے ایک ایسا مشترکہ اور مستقل عنوان قائم ہو سکتا ہے جس پر ہر خادم کچھ نہ کچھ لکھ سکتا ہے۔

چنانچہ عاجز اپنے سابقہ مضمون کے تسلسل میں ایک اور واقعہ تحریر کرتا ہے۔ اور دیگر خدام بھائیوں کو اس موضوع پر قلم اٹھانے کی دعوت دیتا ہے۔ اس طرح سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ایک ارشاد کی تعمیل بھی ہو جائے گی۔ دوسرے ہر خادم کو اپنے ماحول میں اصلاح و ارشاد کا فریضہ ادا کرنے کی طرف پہلے سے بھی زیادہ خیال رہے گا۔ سو ایک مختصر سا واقعہ بغرض اشاعت حاضر ہے۔"

خالد:۔

محترم چوہدری شبیر احمد صاحب کا مرسلہ مضمون اس رسالہ میں شائع ہو رہا ہے۔ آپ نے جس امر کی طرف توجہ دلائی ہے وہ واقعی سب خدام بھائیوں کے لئے بہت قابل توجہ ہے۔ آپ کے خط کی اشاعت سے بھی یہی مقصود ہے۔ کہ دیگر خدام بھی اس جذبہ اور حضور کے ارشاد کی تعمیل کے عزم سے کام لیتے ہوئے رسالہ خالد کیلئے اپنی نگارشات ارسال کیا کریں۔ اصلاح و ارشاد کے ذاتی تجربات کے عنوان سے اگر خدام بھائی دلچسپ اور معلوماتی واقعات لکھکر ارسال کریں تو "خالد" کے صفحات اشاعت کے لئے حاضر رہیں گے۔

مکرم چوہدری احمد الدین صاحب نائب قائد اوّل مجلس خدام الاحمدیہ لائل پور شہر لکھتے ہیں:۔

"خالد" کا شمارہ ماہ فروری ۱۹۶۸ء ملا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے معیار کو پہلے سے بلند کیا گیا ہے۔ رسالہ اعلیٰ مضامین سے مزین ہے۔ نماز کے اسباق کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ جو بہت مفید ہے مجالس کی خوشکن رپورٹیں بھی شامل ہیں جو دیگر مجالس کے لئے مسابقت کی روح پیدا کرنے کا باعث ہیں۔ خدا تعالےٰ آپ کی کوشش میں برکت ڈالے اور بہتر جزا دے۔ اور خدمت دین بجا لانے کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حافظ عباس علی صاحب عاصم

اُردو زبان کی ابتداء کہاں اور کیسے ہوئی

(۳)

بہمنی دور کے صرف ایک شاعر ہی کا ذکر ملتا ہے۔ اور وہ ہے نظامی۔ تاریخ اس کے متعلق صرف اتنا بتاتی ہے کہ یہ ایک درباری شاعر تھا۔ اور سلطان احمد شاہ ثالث کے دربار سے منسلک تھا۔ سلطنت بہمنیہ کی عام زبان اردو تھی۔ حکیم سید شمس اللہ قادری لکھتے ہیں:۔

"غریبوں (یہ وہ لوگ تھے جو ترکستان و ایران سے آکر سلطنت بہمنیہ کے ساتھ وابستہ ہو گئے تھے) کے مقابلہ میں دکنیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور اسی اعتبار سے عربی اور فارسی کے مقابلہ میں ان کی زبان کو بھی ملک میں بہت زیادہ رواج حاصل تھا۔ دکنیوں کی زبان اردو سے کوئی جداگانہ زبان نہ تھی۔ بلکہ یہ وہی زبان تھی۔ جسے مسلمان علاؤ الدین خلجی کے زمانے میں اور اس کے بعد ہندوستان سے اپنے ساتھ لائے۔ لیکن امتداد زمانہ کے باعث آب وہوا کے اثرات اور دیگر زبانوں کے اختلاط اور مقامی باشندوں کے ربط وضبط نے اس میں بتدریج فرق پیدا کر دیا۔ اور یہ فرق سو سال کے اندر اندر اس قدر نمایاں ہوا۔ کہ دونوں زبانیں ایک دوسرے سے بآسانی ممیز ہونے لگیں اس زمانے سے یہ دونوں زبانیں دو علیحدہ ناموں سے نامزد ہونے لگیں۔ ہندوستان کی زبان "اردو" اور دکن کی زبان "دکھنی" کہلانے لگی"۔

سلاطین گجرات اور اُردو زبان

گجرات ہندوستان اور دکن کے مابین سمندر کے مغربی جانب ساحل پر واقع ہے۔ اس کو پہلے پہل علاؤ الدین خلجی کے سپہ سالار الغ خان نے ۶۹۶ھ میں فتح کیا اور اس کے بعد سلاطین دہلی سو سال تک اس پر قابض رہے جب ظفر خاں کو اس علاقہ کا حاکم مقرر کر کے بھیجا گیا۔ تو اس نے سلاطین دہلی کی کمزوریوں سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس علاقہ میں اپنی ایک خود مختار حکومت قائم کر لی۔

اُردوئے قدیم کا مصنف لکھتا ہے:۔

"سلاطین گجرات کی حکومت ابتداء میں صرف گجرات تک محدود تھی لیکن بعد میں بعض اولوالعزم فرمانرواؤں کی کوشش سے اس میں بہت کچھ وسعت ہو گئی۔ مغرب میں کاٹھیاواڑ۔ کا ملک۔ شمال اور جنوب میں مارواڑ اور کوکن کے بعض علاقے ان کے تصرف میں آگئے اور دور اختلال کی ممتاز حکومتوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔

یہ حکومت تقریباً ایک سو بیاسی سال تک قائم رہی۔ یہاں تک کہ ۹۸۰ھ میں اکبر نے احمد آباد فتح کر لیا اور گجرات سلاطین مغلیہ کے قبضہ میں آکر سلطنت دہلی

میں ملحق ہو گیا۔" (اردوئے قدیم ص[illegible])

گجرات میں اُردو

اُردو زبان کو دکن میں "دکھنی" نام ملا تھا لیکن جب یہ گجرات پہنچی تو اسے "گوجری" یا "گجراتی" کہنے لگے۔ شیخ خوب محمد چشتی نے "امواج خوبی" کے دیباچے میں لکھا ہے۔

"من بزبان گجراتی کہ بالفاظ عربی و عجمی آمیز است ہمچناں گفتم" (اُردوئے قدیم ص[illegible])

بیجا پور کے باشندے بھی اس زبان کو شروع میں گجراتی کہا کرتے تھے۔ برہان الدین جانم بیجا پور کے ایک قدیم مصنف ہیں۔ اپنے رسالہ حجّت البقاء میں رقمطراز ہیں:

"جے ہو دیں گیان بچاری نا دیکھیں بھاکا گجری"

گجرات والوں نے قریباً نویں صدی میں اس زبان کو بروئے کار لانا شروع کیا۔ کیونکہ اس وقت تک یہ زبان اس قابل ہو چکی تھی۔ کہ اس میں تالیف و تصنیف کا کام شروع کیا جا سکے۔ اس دور کی تصنیفات میں شیخ "بہاؤالدین باجن" کا کلام سرِ فہرست آتا ہے۔

شعرائے گجرات

شیخ بہاؤالدین باجن اپنے وقت کے نہایت متقی بزرگ گزرے ہیں۔ آپ نے عرب و ایران کی سیاحت بھی کی۔ شاعری سے آپ کو خاص لگاؤ تھا۔ حکیم سیّد شمس اللہ قادری آپ کے متعلق لکھتے ہیں۔

"فارسی اور ہندی دونوں زبانوں میں شعر کہا کرتے تھے۔ باجن تخلّص تھا۔ آپ نے ایک کتاب "خزائنِ رحمت" کے نام سے لکھی۔ اس میں اپنے مرشد کے ملفوظات و ارشادات جمع کئے ہیں۔ اور جگہ جگہ اپنے ہندی کلام کو اس میں نقل کیا ہے۔"

سیّد شاہ علی الحسینی

آپ کا ہندی کلام گجرات میں بہت مقبول ہُوا۔ گجرات کے لوگ آپ کے کلام کو مغربی شعرا کے کلام کے ہم پایہ قرار دیتے ہیں۔ آپ کے پوتے نے اسے مرتب کیا تھا۔ اور اس کا نام "جواہر اسرار اللہ" رکھا۔

ان کے علاوہ امین (۱) شیخ خوب محمد چشتی، امین (۲) کے نام بھی مشہور ہیں۔

دُوسرا دَور ـــــ قطب شاہی دَور

جب سلطنت بہمنیہ عروج سے تنزل کی منزلیں طے کر رہی تھی۔ اس وقت بیجا پور، گولکنڈہ اور احمد نگر میں چھوٹی چھوٹی سلطنتیں قائم ہونے لگ گئیں۔ اردو زبان کو ان علاقوں میں بھی کافی ترقی ملی۔

قطب شاہی سلطنت کا بانی سلطان محمد قلی قطب شاہ تھا جس نے سنہ ۹۱۶ھ میں اپنی خود مختار سلطنت قائم کی۔ اور گولکنڈہ کو اپنا پایۂ تخت بنا لیا اسی خاندان سے سات شخص یکے بعد دیگرے حکمران ہوئے۔ جنہوں نے نہ صرف بڑے کرّ و فر اور ٹھاٹھ سے حکومت کی۔ بلکہ علوم و فنون کی ترویج میں بھی کافی

حصہ لیا۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ خود بھی شعر گوئی کا ملکہ رکھتے تھے۔ اور شاعروں کی قدر بھی کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے دربار سے بہت سے اچھے اچھے شاعر وابستہ رہا کرتے تھے۔ دارالسلطنت میں ایک خاص محل "آتش خانہ" فقط ادیبوں اور شاعروں کے لئے تعمیر کیا گیا تھا جس میں اکثر مذاکرے اور مشاعرے ہوتے اور رنگا رنگ کی محفلیں جمتی رہتیں۔ جن میں سلطان خود بھی شریک ہوتا۔ اور شعراء کے کلام سے محظوظ ہوتا۔

قطب شاہی دور کے چند مشہور شاعر

سلطان محمد قلی قطب شاہی نہ صرف شاعری لگاؤ رکھتے تھے بلکہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ ان کے کلیات کے متعلق "دکن میں اردو" کا مؤلف لکھتا ہے "کلیات محمد قلی میں سارے اصناف سخن مثنویاں قصیدے، مرثیے، غزل، ترجیع بند اور رباعیات سب کچھ شامل ہیں۔ اس کا تخلص قطب شاہ اور معانی تھا اس کے مطالعہ سے معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ اگرچہ خیالات کی جدت، استعارات اور تشبیہات کی ندرت اور تخیل کی بلند پروازی "تقریباً مفقود" ہے۔ مگر آجکل کے عشقیہ کلام سے اس کا مقابلہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ ان کا دیوان بھی وہی گل و بلبل، شاہد و ساقی کی پرانی داستان کا مرکز ہے۔ البتہ اس زمانے کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی زبان وہ نہیں ہے جو داغ و ذوق کی زبان ہے۔

مثنویاں متعدد عنوانوں پر لکھی ہیں۔ کسی میں پھلوں کا ذکر ہے۔ تو کسی میں سبز ترکاریوں کا بیان، کسی میں شکاری پرندوں کا ذکر ہے۔ تو کسی میں رسم و رواج، تہواروں اور شاہی محلوں کا بیان ہے۔

کلام میں فارسی کی آمیزش کے ساتھ ساتھ ہندی کی آمیزش بھی کافی ہے۔ فارسی گو کے برخلاف اس نے ہندی کے اسلوب بیان کو اختیار کیا ہے۔"

سلطان محمد قلی کے کلیات کے متعلق حکیم سید شمس اللہ قادری لکھتے ہیں۔

"سلطان محمد قلی کا دیوان ٹیپو سلطان کے کتب خانہ میں موجود تھا۔ اس میں آدھے سے زیادہ اردو کلام تھا۔ بقیہ حصہ میں فارسی کی غزلیات و قصائد تھے۔ اسے سلطان کے بھتیجے اور جانشین محمد قطب شاہ نے مرتب کیا تھا۔

دیوان کی ابتداء میں سلطان محمد نے ایک منظوم دیباچہ لکھا ہے۔ اس دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد قلی نے "دکھنی" اور "فارسی" میں پچاس ہزار شعر کہے ہیں۔ علاوہ اس کے "تلنگی" میں بھی اس کا کلام پایا جاتا ہے۔ اس دیوان میں پہلے مثنویاں ہیں۔ ان کے بعد قصیدے پھر ترجیع بند اور مرثیے۔ مرثیوں کے بعد غزلیں اور رباعیاں ہیں۔ اور ان میں بالالتزام پہلے فارسی اور پھر دکھنی کلام ہے۔"

مولوی عبدالحق صاحب محمد قلی کی شاعری اور اس کے کلام کے متعلق لکھتے ہیں۔

"سلطان محمد قلی قطب شاہ کا زمانہ تاریخ میں خاص امتیاز رکھتا ہے۔ خاصکر شعر و شاعری کے چرچے

ایران سے لے کر ہندوستان تک یکساں تھے۔

ہندوستان کے بادشاہ شعر و سخن کے قدردان ہی نہیں تھے بلکہ خود بھی شعر گوئی کا مذاق رکھتے تھے یہی حال قطب شاہی اور عادل شاہی بادشاہوں کا تھا لیکن ان میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کا نمبر سب سے اول ہے۔ اس کے کلام کا مجموعہ اس قدر ضخیم ہے کہ بادشاہ شاعر تو کیا پیشہ ور شاعر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کا کلام اردو کے کسی دوسرے شاعر سے کم نہیں ہے۔ عشق و مستی اور تصوف میں اس کا کلام کسی سے پیچھے نہیں ہے بعض اوقات یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حافظ کے فیض نے شاعر کی طبیعت کو گرما دیا ہے۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کے کلام میں ایک بات نئی دیکھی گئی ہے۔ جو اردو شعراء میں سوائے سودا اور نظیر کے کسی دوسرے کے کلام میں پائی نہیں جاتی۔ وہ یہ ہے کہ اس نے اپنی شاعری کو صرف عشق و محبت، حمد و نعت منقبت و مرثیے تک ہی محدود نہیں رکھا۔ بلکہ انسانی معاشرت اور مظاہر قدرت پر بھی نظر ڈالی ہے۔ مثلاً متعدد مثنویاں پھولوں اور میووں پر ہیں۔ جن میں ایران اور خراسان ہی کے میوے نہیں بلکہ ہندوستان کے ہر قسم کے پھلوں کا بیان کیا ہے۔ دو مثنویاں سبز ترکاری اور شکاری پرندوں کے بیان میں ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سی مثنویاں اور غزلیں ایسی ہیں جنہیں سلطان محمد قلی نے شاہی محلات مثلاً الٰہی محل جناں۔ باغ محمد شاہی اور اسی عہد کے رسم و رواج مثلاً شادی بیاہ کے رسوم، سالگرہ کی تقریب، شب برات، میلاد نبی۔ عید غدیر، ہولی، بسنت وغیرہ پر لکھی ہیں۔ دو نظموں میں صراحی و پیالہ اور کالی اور گوری کا مکالمہ بیان کیا ہے۔

سلطان محمد قلی بحیثیت شاعر ہونے کے خاص امتیاز اور وقعت رکھتا ہے۔ وہ نہ صرف پہلا شاعر ہے جس نے اردو میں غزل، مثنوی، قصیدہ، مرثیہ لکھا ہے۔ بلکہ حلقۂ تقلید سے باہر نکل کر جس میں اردو شاعری ابتداء ہی سے مقید ہو گئی تھی۔ کسی قدر آزادی اور جدت کا مسلک اختیار کیا، اور اپنے مشاہدات کو کام میں لا کر ایسی چیزوں پر نظمیں لکھیں جس سے اردو کے بعد کے شعراء بھی قاصر رہے" (اردوئے قدیم ص ۹۲-۹۴)

اردو کی تاریخ میں اس دور کے پچیس کے قریب شعراء کے نام ملتے ہیں۔ ان کے کلام کے اکثر الفاظ آجکل متروک ہو چکے ہیں۔ اکثر شعراء کے کلام کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ چند ایک شعراء کے کلیات موجود ہیں۔ کچھ شاعروں کے کلام کے صرف نمونے مل سکتے ہیں۔

قطب شاہی نثر

مولانا محمد حسین آزاد کی رائے میں کتاب "مجلس" اردو کی پہلی تصنیف ہے۔ لیکن "دکن میں اردو" کا مصنف لکھتا ہے:۔

"مولانا نے یہ جو کچھ لکھا ہے وہ اس وقت کی معلومات کے لحاظ سے لکھا تھا۔ جس طرح ولی کے بہت پہلے شاعری کا وجود اور بیسیوں مثنویاں، کلیات اور دیوان دستیاب ہو کر مولانا کی تحقیق کو غلط ثابت کر چکے ہیں۔ اسی طرح دو صدی پہلے کی نثر کا پتہ چل چکا ہے۔

چنانچہ عہد قطب شاہی کی ایک کتاب "احکام الصلوٰۃ" ہے۔ یہ ایک رسالہ ہے جو چھوٹی تقطیع پر خط نسخ میں لکھا ہوا ہے۔ اس کے مصنف عبداللہ ہیں جنہوں نے سنہ ۱۰۳۲ھ میں اس کو مرتب کیا ہے اس میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے نماز کے متعلقات بیان کئے گئے ہیں۔ بلکہ اس کو مختصر فقہ حنفی کہنا زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے مصنف نے اس کو فارسی سے ترجمہ کیا ہے۔"

اس کے علاوہ قطب شاہی دور کی ایک اور مشہور تصنیف کا پتہ چلتا ہے۔ اس کتاب کا نام "سبرس" ہے۔ اور اس کے مصنف ملا وجہی ہیں۔ یہ تصوف کے موضوع پر اپنے وقت کی بہترین کتاب ہے اس کو فرضی قصہ کے طور پر لکھا گیا ہے اس میں جا بجا مختلف عنوانات بھی قائم کئے گئے ہیں۔ مثلاً ذکر لا الٰہ، معراج، عشق، مذمت طمع، اطاعت مادر و پدر، صبر و شکر۔ اس قسم کے عنوانات پر سیر حاصل بحث ہے۔ انسانی جذبات کی حقیقت اور کشمکش کی تصویر ایسے رنگ میں کھینچی گئی ہے کہ افسانہ بھی حقیقت معلوم ہونے لگتا ہے۔ یہ کتاب نہ صرف تصوف کے لحاظ سے نہایت اہم ہے بلکہ ادبی لحاظ سے بھی اس کی اہمیت اور افادیت سے کسی کو مفر نہیں۔

اس کتاب کی عبارت مقفّی ہے۔ اور یہ کتاب اپنے وقت کی نہایت مقبول عام کتاب تھی۔ ایک مدت تک اس کے نسخوں کا مرتب ہونا اور ہاتھوں ہاتھ بکنا اس کی مقبولیت کا بیّن ثبوت ہے۔

اس کتاب کے علاوہ اس دور کی مزید دو کتابوں کا پتہ چلتا ہے۔ ان میں سے ایک تو "شمائل الاتقیا" ہے۔ اور دوسری "شرح تمہید ہمدانی" ہے۔ اول الذکر برہان الدین اولیاء اورنگ آبادی کی تصنیف ہے اس کا ترجمہ میراں یعقوب نے کیا ہے۔ یہ تصوف کی بہترین کتاب ہے۔ اس کے عنوانات مندرجہ ذیل ہیں۔ توبہ، عمل حمیدہ، ہدایت و ارشاد، معجزہ و کرامت، حکمت بیعت در حکم مرید، آداب مرید، حکم نماز، علماء دنیا اور استقامت وغیرہ۔ آخر الذکر کتاب امام غزالی کے بھائی شیخ احمد کی تصنیف "تمہیدات عن القضات" کا ترجمہ ہے اس کے مترجم میراں جی حسن خدا نما ہیں۔

قطب شاہی نظم و نثر کے بعد عادل شاہی دور کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔

عادل شاہی اردو

عادل شاہی سلطنت کا بانی یوسف عادل شاہ تھا اسے بہمنیہ حکومت کی طرف سے بیجاپور کا حاکم مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ سلطنت بہمنیہ کا آفتاب غروب ہو رہا ہے تو دوسرے حاکموں کی طرح عادل شاہ نے بھی اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اس کے بعد اس کے آٹھ جانشین یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوتے رہے۔ اور قریباً دو سو سال تک انہوں نے بیجاپور میں پورے شان و شکوہ سے حکومت کے فرائض سر انجام دیئے۔

یوسف عادل شاہ اپنے زمانے کا نامور بادشاہ تھا۔ شاعری اور موسیقی سے بھی دلچسپی تھی۔ اہل حق اور اہل علم لوگوں کی بڑی قدر کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دور دور سے علماء اور شعراء اس کے دربار میں آتے اور نہایت قیمتی تحائف

سے نوازے جاتے۔

یوسف عادل شاہ نے حکومت کا مذہب "شیعہ" قرار دیا۔ اور سلطنت کے بڑے بڑے عہدے باہر سے آنے والوں کو عطا کئے جن میں ایران اور عراق کے اہل علم لوگ شامل تھے۔ اس طرح اردو زبان پر ایک تو فارسی کا اثر نمایاں ہو گیا۔ دوسرے اس کی ترقی میں کچھ رکاوٹیں بھی پیدا ہونے لگیں۔

اس کے زمانے کے ایک ممتاز مصنف "شاہ میراں جی" کا پتہ چلتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت عوام میں کافی حد تک "دکھنی" کا رواج ہو چکا تھا۔

یوسف عادل شاہ کے بعد اس کا بیٹا اسماعیل عادل شاہ تخت نشین ہوا۔ باپ کی طرح اسے بھی شاعری اور فن موسیقی سے کافی دلچسپی تھی اور یہ بھی اصحاب فن کا قدردان تھا۔ لیکن اسے بھی باپ کی طرح فارسی سے ہی شغف تھا۔ اور اردو سے کوئی نسبت نہ تھی اس لئے اس کے زمانے میں بھی اردو زبان کوئی نمایاں ترقی نہ کر سکی البتہ اس کے بعد جب اس کا پوتا یعنی ملو عادل شاہ کا بیٹا ابراہیم عادل شاہ تخت نشین ہوا۔ تو اس نے شیعہ مذہب کو ترک کر کے "سنی" مذہب کو قبول کر لیا۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ ایرانیوں کا اثر کم ہو گیا۔ اور دکھنیوں کو عروج حاصل ہونے لگا۔ دوسرے اردو نے ترقی کرنی شروع کر دی اور اس کی جڑیں مضبوط ہوتی چلی گئیں۔

ابراہیم عادل شاہ کے بعد علی عادل شاہ مسند شاہی پر متمکن ہوا۔ یہ بھی علم وفن کا قدردان تھا۔ لیکن اسے اردو سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ اس کی تمام دلچسپی اور ہمدردی فارسی کے ساتھ تھی۔ علی عادل کے بعد اس کا بھتیجا ابراہیم عادل ثانی تخت شاہی پر بیٹھا۔ اس کے دور میں اردو زبان کو جو ترقی ملی۔ تاریخ اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتی اس کے درباریوں میں اہل علم وفن کی کوئی کمی نہ تھی شاعر کا خوشنویسی اور موسیقی سے نہ صرف لگاؤ تھا۔ بلکہ ان پر خاصی دسترس حاصل تھی۔ زبان اردو پر اس نے سب سے بڑا احسان یہ کیا کہ "دفتری زبان" جو کہ علی کے عہد میں فارسی ہو چکی تھی پھر سے اردو میں کر دی۔ ابراہیم عادل شاہ نے اردو زبان کے شاعروں کی پوری پوری حوصلہ افزائی کی۔ ان کے کمال کو سراہا۔ اور دل کھول کر انہیں عطیات سے نوازا۔

آتشی، مقیمی اور امین اس دور کے وہ بلند پایہ شاعر ہیں۔ جن کے کارنامے صفحہ تاریخ سے کبھی مٹائے نہیں جا سکتے۔

ابراہیم کے بعد اسکے جانشینوں نے اردو زبان کی ترقی میں اپنی پوری استطاعت سے کام لیا اور اس ننھے سے "پودے کی آبیاری" میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

۱۰۹۷ھ میں ادھر عادل شاہی سلطنت کا سورج غروب ہو رہا تھا ادھر مغلیہ حکومت کا آفتاب نصف النہار تک پہنچنے کو تھا۔ مغلوں نے پے در پے حملے کر کے سلطنت عادل شاہی کا بالکل خاتمہ کر دیا۔ اگرچہ یہ زمانہ اردو کیلئے مصائب اور آفات کا زمانہ تھا لیکن اس وقت بھی اردو زبان کے مربیوں کی کمی نہ تھی بیجاپور میں سیوا۔ مومن اور معظم اس کی سرپرستی کر رہے تھے اس دور کے بائیس شعرا کے نام سرفہرست آتے ہیں۔ جنہوں نے

اپنے کلام سے اردو زبان کو [illegible] زینت بخشی۔ (بقیہ)

مکرم قاضی مبارک احمد صاحب انصاری
مہتمم صنعت و تجارت خدام الاحمدیہ مرکزیہ

سکوئیش بنانے کی ترکیب

آجکل مالٹے، سنگترے، کنو اور گریپ فروٹ وغیرہ کا موسم ہے۔ اگر آج کل ان سے سکوئیش خود گھر پر تیار کرلیا جائے تو ایک تو یہ خالص ہوگا اور دوسرے بازار کی نسبت ارزاں بھی ہوگا۔ خدام بھائیوں کو چاہیئے کہ گرمیوں میں اپنے استعمال کے لئے چند بوتلیں سکوئیش کی ضرور تیار کریں۔ سکوئیش کی تیاری کے لئے مندرجہ ذیل اشیاء کی ضرورت ہوگی۔

(۱) عمدہ پکے ہوئے مالٹے (۲) کھانڈ۔

(۳) صاف بوتل معہ کارک (۴) رنگ نارنجی خوردنی۔

(۵) پوٹاشیم میٹا بائی سلفائٹ (POTASSIUM META BI SULPHITE)

(۶) سٹرک ایسڈ یا ٹارٹرک ایسڈ (CITRIC ACID TARTRIC ACID)

(۷) موم (PARAFFIN WAX)

تیاری

بغیر داغ کے پکے ہوئے مالٹے لیں۔ ان کو دھو کر خشک کرلیں اور صاف چاقو یا چھری سے دو حصوں میں تقسیم کرلیں۔ اور رس نکالنے والی مشین سے یا ہاتھ سے دبا کر رس نکالیں۔ رس کو کسی موٹے صاف کپڑے سے چھان کر کسی قلعی شدہ، ایلومینیم، پلاسٹک یا انیمل شدہ برتن میں جمع کرلیں۔ اس رس میں رنگ کھانڈ۔ سٹرک ایسڈ یا ٹارٹرک ایسڈ اور خوشبو ملادیں اب اچھی طرح صاف کی ہوئی بوتلوں میں یہ رس بھردیں یہ بات مدنظر رکھیں کہ بوتل منہ تک نہ بھریں۔ بلکہ کم از کم دو انچ خالی رکھیں۔ اس کے بعد ہر بوتل میں پوٹاشیم میٹا بائی سلفائٹ کا تھوڑے سے گرم پانی میں تیار کیا ہوا محلول ڈالکر کارک اچھی طرح بند کردیں۔ اور اس کے بعد کسی پیالی میں موم پگھلالیں اور بند بوتلوں کے منہ اس پگھلی ہوئی موم میں ڈبوتے جائیں۔ اس طرح موم کی ایک باریک تہہ کارک اور بوتل کے منہ پر چڑھ جائے گی۔ اور بیرونی ہوا بوتل میں داخل نہ ہوگی۔ بوتلوں کو کسی ٹھنڈی جگہ رکھ چھوڑیں اور گرمیوں میں استعمال کرکے لطف اٹھائیں۔

اجزاء کے اوزان درج ذیل ہیں:-

(۱) مالٹے کا رس = ۱۰ پونڈ (مالٹے کے رس میں اگر سنگترے کا رس بھی ملالیا جائے تو ذائقہ بہتر ہوگا)

(۲) چینی = ۲ تا ۵ پونڈ۔

(۳) کاغذی لیموں یا گلگل کا رس = ۵ پونڈ (اس کی بجائے سٹرک ایسڈ یا ٹارٹرک ایسڈ ۳ اونس بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

(باقی بر صفحہ ۴۷)

نقد و نظر

نئی کتابیں

۱۔ "اصحاب احمد" (جلد سیزدہم)

یہ ایک حقیقت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی صحبت ایک اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ جس کی برکت سے مس خام بھی کندن بن جاتا ہے۔ چنانچہ سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی زندگیوں میں جو عظیم الشان روحانی تغیر رونما ہوا وہ اس بات کا ایک ناقابل تردید ثبوت ہے زمین کے حقیر ذروں کا آسمان دنیا میں ہمدوشِ ثریا ہوجانے کی یہ کیفیت ہمیں ایک حد تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرام کی زندگیوں میں بھی نظر آتی ہے جو اس زمانہ میں فیضان محمدی کے جاری ہونے کے ایک زندہ ثبوت کے طور پر سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں نبوت کے منصب پر فائز کئے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اصحاب احمد کے نام سے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے صحابہ کرام کے ایمان افروز حالات جمع کر کے شائع کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اسی سلسلہ کی تیرھویں جلد اس وقت ہمارے سامنے ہے جس میں ضلع گورداسپور کے بعض قدیم اور مخلص صحابہؓ کے حالات اور روایات درج ہیں۔ اس کتاب میں مندرج بعض واقعات ہم اس شمارہ میں کسی دوسری جگہ درج کر رہے ہیں۔ حق یہ ہے کہ "اصحاب احمد" کے سلسلہ کی تمام کتابیں ہی حد درجہ ایمان افروز اور ازدیاد علم کا موجب ہیں۔ ہماری رائے میں ہر احمدی نوجوان کو ان سب کتب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ تا وہ اپنے بزرگوں کی عظمت اور کارہائے نمایاں سے واقف ہو سکے اور انہی کی مانند قربانی اور فدائیت کا نمونہ دکھا سکے۔ مزید تحریک کے طور پر ہم حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے الفاظ میں کہتے ہیں کہ:۔

"میں جماعت کے دوستوں اور خصوصاً نوجوان عزیزوں کو تحریک کرتا ہوں کہ وہ اصحاب احمد کی جملہ جلدیں خرید کر ان کا مطالعہ کریں اور اپنے ایمانوں کو تازہ کریں۔ ..... اس سے انشاء اللہ ان کو ایک نئی روشنی حاصل ہوگی"۔

صفحات ۲۱۶ سائز $\frac{20 \times 26}{8}$ کاغذ اعلیٰ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت مجلد چھ روپے غیر مجلد ساڑھے پانچ روپے

ملنے کا پتہ:۔ احمدیہ بکڈپو۔ دارالرحمت شرقی۔ ربوہ

۲۔ نماز مترجم

نماز کا سوچ سمجھ کر پڑھنا ہر مومن پر فرض ہے اس کو رواج دینے اور اس سلسلہ میں لوگوں کے لئے سہولت مہیا کرنے کی جو کوشش بھی کی جائے گی قابل تحسین ہوگی مکرم ماسٹر حمید احمد صاحب سنیاسی کی طرف سے شائع کردہ نماز مترجم بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے اس میں نماز مترجم اور اس سے متعلقہ تمام مسائل اور دعائیں با ترجمہ درج ہیں۔ ترتیب اور تدوین عمدہ ہے۔ اس مختصر سے کتابچہ میں

مکرم عبداللطیف احمد صاحب سندھی
محلہ دارالنصر غربی - ربوہ

چوہدری عبدالرحمن صاحب مرحوم کا ذکر خیر!

۱۴ دسمبر ۱۹۶۷ء کو کوٹ احمدیاں کی جماعت اپنے ایک بہت قابلِ قدر بھائی اور خادمِ احمدیت سے محروم ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

میرے شفیق اور غمگسار چچا کی وفات کا علم ہوتے ہی میرے ذہن کے پردے پر ان کے سلسلہ عالیہ احمدیہ سے تعلق اور قربانی نیز خاکسار پر احسانات اور اسی طرح مخلوقِ خدا سے ہمدردی کی کئی یادیں اُبھر آئیں۔

چچا مرحوم ۱۳ اگست ۱۹۲۴ء کو بڈھا کوٹ (جیمس آباد) میں پیدا ہوئے۔ اور حصولِ تعلیم و تربیت کی خاطر قادیان تشریف لے گئے۔ ابھی آپ چھوٹے ہی تھے۔ کہ آپ کے والد چوہدری غلام حیدر صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والد مرحوم کی وفات پر گھر کی تمام ذمہ داری آپ کے نازک کندھوں پر آن پڑی۔ اس لئے آپ کو قادیان سے تعلیم چھوڑ کر واپس آنا پڑا۔ آپ دیندار سلسلہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے مخلوقِ خدا کے ہمدرد اور مہمان نواز تھے۔ خدمتِ دین اور خلیفہ وقت سے ایک والہانہ محبت آپ کو تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب وقفِ جدید کا اجراء فرمایا۔ تو آپ نے اس مبارک تحریک کے تحت اپنی زندگی خدا کی راہ میں وقف کر دی۔ آپ ۱۹۵۸ء میں وقفِ جدید کے انسپکٹر کی حیثیت سے ہمارے گاؤں جمالپور میں تشریف لائے۔ اور میرے والد صاحب کو مجھے اور میرے بہن بھائیوں کو ربوہ میں حصولِ تعلیم و تربیت کی خاطر بھجوانے کا مشورہ دیا۔ جب ہم ربوہ میں تعلیم کی خاطر آ گئے۔ تو پھر ربوہ میں والد صاحب نے ان کے توجہ دلانے پر محلہ دارالنصر غربی ربوہ میں مکان بھی بنوایا اور ہم ان کے مشوروں کے طفیل برکاتِ مرکز سے حصہ پا رہے ہیں۔

چچا جان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت محبت تھی۔ اس لئے جب کبھی حضورؓ سندھ کے دورہ پر تشریف لے جاتے تو چچا جان کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ حضور کوٹ احمدیاں بھی تشریف لائیں۔ اور ہمیں آپ فخر سے کہا کرتے تھے کہ اس مسجد میں حضورؓ کی معیت میں ہم نے نماز پڑھی تھی۔ حضور سے محبت کا اندازہ آپ کی اس بات سے ہوتا ہے کہ حضور نے جس جائے نماز پر نماز پڑھائی تھی وہ بھی اب تک اپنے پاس محفوظ رکھا ہوا تھا۔

گذشتہ سال حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سندھ کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ تو چچا مرحوم نے حضور سے کوٹ احمدیاں

(باقی دیکھیں صفحہ ۴۲ پر)

خدام الاحمدیہ کے صفحات

سپاسنامہ

بحضور سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ

مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۶۷ء کو "ایوانِ محمود" میں مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں سفرِ یورپ سے کامیاب مراجعت پر ایک دعوتِ استقبالیہ ترتیب دی گئی جس میں مکرم سردار مقبول احمد صاحب ذبیح مہتمم مقامی نے مندرجہ ذیل سپاسنامہ پیش کیا۔ (ادارہ)

سیدنا و امامنا!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضور پُرنور کے یہ ناچیز غلام اراکین مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ اللہ تعالیٰ کے حد درجہ شکر گذار اور حضور کے ازحد ممنون ہیں۔ کہ حضور نے ہجوم کار اور عدیم الفرصتی کے باوجود ہماری درخواست کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے ہم میں تھوڑی دیر کے لئے جلوہ افروز ہونا منظور فرمایا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

اس تقریب کا مقصد یہ ہے کہ ہم حضور کی زیارت قرب اور ارشادات سے مستفیض ہوں۔ نیز حضور کی یورپ کے تبلیغی دورہ سے کامیاب مراجعت کے موقعہ پر اپنے آقا کے حضور اپنے دلی جذبات کا کچھ اظہار کر سکیں۔ سو الحمد للہ کہ ہماری ان آرزوؤں کے پورا ہونے کا اللہ تعالیٰ نے موقعہ فراہم فرمایا۔

سیدنا! حضور کے اس سفر یورپ کے بے شمار فوائد ہیں۔ مرکز سلسلہ میں رہنے والے خدام کے لئے بھی اس سفر کے ذریعہ بہت سی برکات ظاہر ہوئیں خصوصًا خلافت کی اہمیت اور فیوض و برکات کا جو غیر معمولی احساس ہمیں حضور کی مرکز سے انچاس دن کی عدم موجودگی سے ہوا۔ الفاظ میں اس کا بیان بہت مشکل ہے۔

سیدنا! جو رعب و دبدبہ اور جو شفقت و محبت خلافت کے ساتھ وابستہ ہے کسی اور شخصیت، ادارہ یا نظام میں اس کا پایا جانا قطعًا محال ہے۔ اور یہ بات اب ہم عقیدہ اور ایمان کی بناء پر نہیں کہتے بلکہ اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی بناء پر بھی کہتے ہیں۔ کہ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا۔ کا نظارہ ایک نئے رنگ میں ہم نے دیکھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

پیارے آقا! حضور نے اہلِ مغرب کو نہایت احسن رنگ میں پیغام حق پہنچایا۔ اور زور اور تحدی کے ساتھ ان کو متنبہ فرمایا۔ کہ آپ اپنے خالق حقیقی کی طرف

بدل وجان رجوع کریں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آجائیں۔ تو آپ کے لئے نجات ہے ورنہ آپ خطرناک تباہی کے لئے تیار رہیں۔

ہمارے مقدس وشفیق آقا! لاریب حضور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی پیشگوئیوں کے مطابق موعود نافلہ اور مظفر ومنصور خلیفہ ہیں۔ اور حضور پُرنور کی خلافت کی ابتداء میں ہی غلبہ اسلام کے لئے راستے ہموار ہوتے جارہے ہیں۔ اس ضمن میں حضور کا یہ سفر یورپ ایک عظیم نشانِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

امامِ وقت کے منصبِ جلیلہ پر فائز ہونے سے پہلے بھی مجلس خدام الاحمدیہ حضور کی لمبی۔ ولولہ انگیز۔ اور کامیاب قیادت سے فیضیاب ہوچکی ہے۔ جس کے اختتام کا رقت انگیز منظر ابھی بھی ہماری آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔ جب حضور اپنے خدام کو بحیثیت صدر مجلس الوداعی پیغام دے رہے تھے۔ الفاظ اظہارِ جذبات سے قاصر تھے اور آواز گلوگیر تھی۔ مگر حضور کے چہرہ مبارک کے آئینے سے حالِ دل عیاں تھا اور جذبات آنکھوں کے پیمانے سے چھلک رہے تھے اس وقت تو حضور ہمارے بڑے بھائی تھے۔ لیکن آج ہمارے روحانی باپ ہیں۔ اب حضور کی اپنے خدام اور روحانی فرزندوں کے لئے شفقت اور محبت ایک اتھاہ اور بیکراں سمندر کی مانند ہے یہی وجہ ہے کہ حضور پُرنور کی وقتی اور عارضی جدائی پر بھی ہم بہت اداس تھے۔

اللہ تعالےٰ کرے۔ حضور انور کے ہاتھوں کون پیج میں مسجد "نصرت جہاں" کا افتتاح فی الواقعہ نصرت جہاں کا باعث ہو۔ اور اہلِ یورپ اپنے خالقِ حقیقی اور مالکِ یگانہ کے سایۂ عاطفت میں پناہ لیں۔ اور تمام بنی نوع انسان کا ایک ہی خدا ہو اور ایک ہی رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) اور ایک ہی قبلہ ہو۔ اور تمام آدم زاد ایک ہی ہاتھ پر جمع ہو کر روحانی فیض حاصل کریں۔

سیدنا وامامنا! اس موقعہ پر ہم حضور کو یہ یقین دلاتے ہیں۔ کہ ہم حضور کے ہر حکم کی تعمیل میں اپنی سعادت اور اللہ تعالےٰ کی رضا سمجھتے ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ حضور کے ہر حکم کو دل وجان سے قبول کریں گے۔ ہمارے دل خدا تعالےٰ کے فضل سے اس یقین سے پُر ہیں۔ کہ تمام قسم کی سعادتیں اور برکتیں خلافت سے وابستہ ہیں۔

آخر میں ہم حضور سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ کہ حضور پُرنور ہم خدام کے لئے دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمیں نسلاً بعد نسلٍ ہمیشہ خلافتِ حقہ اسلامیہ سے وابستہ رکھے۔ اور اپنے واجب الاطاعت اور برحق امام کی زیرِ ہدایت اسلام اور احمدیت کی خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین۔ اللّٰھم آمین۔

ہم ہیں حضور کے ادنیٰ ترین خدام
اراکین مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ

نوٹ :۔ اس سپاسنامہ کے جواب میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جو خطاب فرمایا۔ وہ خالد کے جنوری ۱۹۶۶ء کے شمارہ میں شائع ہوچکا ہے۔

جوابات پرچہ قرآن مجید

حصہ اول :-

۱۔ ۱۱۴ سورتیں

۲۔ سورۃ الفاتحہ، سورۃ بقرۃ - سورۃ آل عمران
سورۃ نساء - سورۃ مائدہ -

۳۔ سورۃ یوسف - سورہ یونس - سورہ محمدؐ -
سورہ ابراہیم -

۴۔ انگور - انار - زیتون - کھجور - انجیر -

۵۔ سورۃ توبہ سے پہلے - کیونکہ یہ سورہ انفال
کا ہی حصہ ہے -

۶۔ ۱۱۴ دفعہ -

۷۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ -

۸۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ
دِيْنًا -

۹۔ بار بار پڑھا جانے والا -

۱۰۔ فرقان - الکتاب - الذکر وغیرہ

۱۱۔ حضرت زید رضی اللہ تعالےٰ

۱۲۔ اَنَا اللّٰهُ اَعْلَمُ - میں اللہ خوب جاننے والا ہوں -

حصہ ب :-

۱۔ (۱) پردہ - (۲) ایندھن -
(۳) پتھر - (۴) گونگے -
(۵) گمراہ لوگ - (۶) عذاب
(۷) اس کے کھول (۸) ہمیں ہدایت دے -
(۹) گائے - (۱۰) شہد کی مکھی -
(۱۱) پتھر - (۱۲) نہ سنیں -

۲۔ (الف) یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں -
متقیوں کے لئے ہدایت ہے -

(ب) اگر تم شک میں ہو اسکے بارہ میں جو ہم نے اپنے
بندہ پر نازل کیا تو اس جیسی ایک سورۃ لاؤ - اور
اپنے گواہوں کو بلاؤ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اگر تم سچے ہو -

(ج) پس ہلاکت ہے ایسے نمازیوں کیلئے جو اپنی نماز
سے غفلت برتتے ہیں جو لوگ کہ دکھاوا کرتے ہیں اور
عام استعمال کی چیزوں سے روکتے ہیں -

(د) اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا کہ نہ عبادت کرو
مگر اسی کی اور والدین کے ساتھ احسان کرو -

(ھ) ہر نفس موت کا مزا چکھنے والا ہے -

(و) یقیناً ہم نے تجھے کوثر عطا کی پس اپنے رب
کیلئے نماز پڑھ اور قربانی کر - یقیناً تیرا دشمن ہی
بے اولاد رہے گا -

(ز) اور نہیں کوئی چیز مگر ہمارے پاس اس کے
خزانے ہیں اور ہم اس کو نہیں اتارتے مگر
ایک مقررہ مقدار کے ساتھ ؛

ضلع لائل پور کا خصوصی اعزاز

یہ امر باعث مسرت ہے کہ سال ۶۷-۱۹۶۶ء میں کارگزاری کے لحاظ سے قیادت خدام الاحمدیہ ضلع لائل پور اضلاع کی قیادتوں میں سے دوم اور مجلس خدام الاحمدیہ لائل پور مجالس مقامی خدام الاحمدیہ میں سے اوّل - اور مجلس اطفال الاحمدیہ لائلپور مجالس اطفال الاحمدیہ مقامی میں سے اوّل قرار پائی ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے اس نمایاں کامیابی پر مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لائل پور، مجلس لائلپور مجلس اطفال الاحمدیہ لائل پور کے عہدیداران اور ممبران کو بہت بہت مبارک ہو۔

اسی طرح ہم محترم حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر ضلع لائلپور جن کی مشفقانہ دعاؤں اور راہنمائی و سرپرستی کے نتیجہ میں ضلع لائل پور کو یہ اعزاز حاصل ہوئے کو خاص طور پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو قبول فرمائے۔ اور آئندہ پہلے سے بھی بڑھ کر خدمت دین کی توفیق بخشے۔

دوسرے اضلاع اور مجالس خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کے لئے یہ کھلا چیلنج ہے کہ امسال ان اعزازوں میں سے کوئی اعزاز تو ضلع لائل پور سے حاصل کرنے کی کوشش فرمائیں۔

معتمد خدام الاحمدیہ مرکزیہ۔ ربوہ

جملہ خدام کارکنانِ سلسلہ کیلئے ضروری اعلان

جملہ ایسے کارکنان (انسپکٹر بیت المال۔ مربیان معلّمین اور انسپکٹر تحریک جدید و وقفِ جدید) جو کہ اپنی عمر کے لحاظ سے مجلس خدام الاحمدیہ کے رکن ہیں۔ حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ارشاد اور دستور اساسی خدام الاحمدیہ کے مطابق ان پر بھی مجلس خدام الاحمدیہ کے جملہ چندہ جات کی ادائیگی ضروری ہے۔ خدام الاحمدیہ کے چندہ جات ایسے کسی بھی کارکن کے الاؤنس یا تنخواہ کے بلوں کے ذریعہ وضع نہیں ہوتے۔ اس لئے ان کا فرض ہے کہ وہ اپنی اپنی مجالس میں باقاعدگی سے چندہ جات خدام الاحمدیہ ادا کریں۔

اسی طرح ان مجالس کے عہدیداران مجلس کا فرض ہے کہ ان کارکنانِ سلسلہ کو اپنے بجٹ میں شامل کریں جن کا وہاں ہیڈ کوارٹر ہے اور ان سے باقاعدگی سے وصولی فرمائیں۔

(صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

مجلس خدام الاحمدیہ ملتان کا ہفتہ وصولی

لائحہ عمل میں دیئے گئے پروگرام کے عین مطابق مجلس خدام الاحمدیہ ملتان نے یکم سے سات فروری تک ہفتہ وصولی منایا۔ اس ہفتہ کے دوران مختلف مدّوں میں جو چندہ وصول ہوا۔ اس کی تفصیل یوں ہے:۔

۱۔ چندہ مجلس۔	۱۶۶/۸۹
۲۔ تعمیر ہال۔	۷۹/۷۵
۳۔ اجتماع۔	۲۷/۵۰
۴۔ ح فنڈ۔	۶/۰۰

مجلس کے کل بجٹ کے ۵۰ فیصد سے زائد حصّہ (مرکز) کی وصولی ہو چکی ہے۔

(اخوند ریاض احمد نمائندہ خصوصی ماہنامہ خالد مقیم ملتان)

ایک آخری یاددہانی

گذشتہ سالانہ اجتماع کے موقعہ پر اعلان کیا گیا تھا کہ "سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ ۱۹۶۷ء" کے عنوان پر بہترین مضمون لکھنے والے خادم کو -/۵۰ روپے انعام دیا جائے گا۔

اس سلسلہ میں ابھی بہت کم خدام نے توجہ کی ہے اس اعلان کے ذریعہ اب آخری بار یاددہانی کروائی جاتی ہے کہ اہلِ قلم خدام اس انعامی مقابلہ میں حصّہ لیں اور اپنے مضامین جلد از جلد ارسال کر دیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ شمارہ میں نتیجہ کا اعلان کر دیا جائے گا۔

(مہتمم اشاعت خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

بقایاداران

خالد کے بقایا چندہ کی ادائیگی فرما کر ادارہ سے تعاون فرمائیں! (مینیجر)

مبارکباد کی مستحق مجالس خدام الاحمدیہ

حسب ذیل قائدین کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ جنہوں نے چندہ جات کی ادائیگی کی اہمیت کو شروع سال سے ہی سمجھ لیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے سال رواں کی پہلی سہ ماہی کا چندہ مجلس اور اجتماع سو فیصدی ادا کر دیا ہے۔

دیگر مجالس کو چاہیئے کہ وہ بھی چندہ جات خدام الاحمدیہ وصول کر کے جلد سے جلد مرکز کو ارسال کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

نام مجلس مع ضلع	نام مجلس مع ضلع	نام مجلس مع ضلع	نام مجلس مع ضلع	نام مجلس مع ضلع
اڈہ چھیبل ضلع لاہور	آنبہ ضلع شیخوپورہ	۳۶۳/E.B ضلع ساہیوال	بھیرہ ضلع سرگودھا	ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائلپور
کوٹ کرم بخش ضلع سیالکوٹ	کالیہ ، ،	گوٹھ غلام محمد ضلع خیرپور	۹۹ شمالی ، ،	۸۴ ج ب ، ،
بکھو بھٹی ،	ملتان ضلع ملتان	انور آباد ضلع لاڑکانہ	خوشاب ، ،	۸۸ میانہ ، ،
موہلن کے ضلع گوجرانوالہ	کبیروالا ،	قمر آباد ضلع نوابشاہ	۳۳۲ ر ب ضلع لائلپور	۸۹ ج ب ، ،
مانگٹ اونچے ،	۱۶۳/W.B ،	رسول ضلع گجرات	۲۰۹ ر ب ،	۱۹۵ ر ب ، ،
پیرکوٹ ثانی ،	عارف والہ ضلع ساہیوال	منڈی بہاؤالدین ،	۱۹۴ ر ب ،	۳۲/N.P ضلع رحیم یارخاں

(مہتمم مال مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ۔ ربوہ)

قابلِ تقلید مجالس خدام الاحمدیہ

حسب ذیل مجالس خدام الاحمدیہ مبارکباد کی مستحق ہیں۔ جنہوں نے اپنا بجٹ حصہ مرکز شروع سال میں ہی خدا تعالیٰ کی توفیق سے سو فیصدی ادا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور اس قربانی کو شرف قبولیت بخشے۔ دیگر مجالس کو بھی ان مجالس کی تقلید کرتے ہوئے وصولی کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

نام مجلس مع ضلع	نام مجلس مع ضلع
بلوچ آباد ضلع تھرپارکر	۶۵/F ضلع رحیم یارخاں
ترسکہ ، سیالکوٹ	محراب پور ، نواب شاہ
جھنگڑ ھاکم والا ، شیخوپورہ	گوٹھ رحمت علی ،
۳۰۳ جنوبی ، سرگودھا	،
۱۹۲ مراد ، بہاولپور	صوبہ ڈیرہ ، خیرپور
	گوٹھ فتح دین ،

(مہتمم مال مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع سرگودھا کا ایک کامیاب وقارِ عمل

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجلس خدام الاحمدیہ ضلع سرگودھا کو چک ۹۸ شمالی کے حلقہ میں مورخہ ۱۱ر فروری بروز اتوار ایک کامیاب وقارِ عمل منانے کی توفیق ملی۔ اس وقارِ عمل میں مرکزی مہتمم وقارِ عمل کے علاوہ ضلعی عہدیداران نے بھی شرکت کی۔

اس وقارِ عمل کی تفصیلی رپورٹ ملاحظہ فرمانے کے بعد محترم صدر مجلس نے خوشنودی کا اظہار کیا ہے۔

اس کامیاب وقارِ عمل کے بارہ میں سرگودھا کے ایک روزنامہ "شعلہ" کی ۱۵ر فروری ۱۹۶۸ء کی اشاعت میں جو تفصیلی رپورٹ شائع ہوئی ہے وہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ دیگر مجالس کے لئے یہ وقارِ عمل ایک قابلِ تقلید نمونہ ہے۔

(مہتمم اشاعت خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

"مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کے تحت وقارِ عمل"

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع سرگودھا کے ایک حلقہ ۹۸ شمالی میں مورخہ ۱۱ر فروری بروز اتوار چار مجالس نے مل کر ایک وقارِ عمل منایا جس میں مکرم و محترم منیر احمد صاحب عارف مہتمم وقارِ عمل مرکزیہ ربوہ، مکرم چوہدری اعجاز احمد صاحب قائد مجالس خدام الاحمدیہ ضلع سرگودھا اور مکرم حنیف صاحب نعیم معتمد ضلع نے بھی شرکت فرمائی۔ مکرم ماسٹر محمد اسلم صاحب نگران حلقہ تمام انتظامی امور کے ذمہ دار تھے۔ وقارِ عمل کا افتتاح مکرم مہتمم صاحب وقارِ عمل مرکزیہ نے پروگرام کے مطابق ۱۱ بجے دوپہر فرمایا۔ اس کے بعد چار مجالس کے کل ۳۰ خدام نے اپنی اپنی ڈیوٹیاں سنبھال لیں۔ اور نہایت اعلیٰ تنظیم کے ساتھ اور پورے جوش کے ساتھ کام شروع کر دیا۔ یہ وقارِ عمل ۹۸ شمالی کی لڑکیوں کے سکول میں کیا گیا۔ جس کے برآمدہ کی چھت کافی عرصہ سے کسی کے انتظار میں تھی استانیاں اور بچیاں کافی کوشش کے باوجود چھت ڈالنے میں ناکام رہی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ شرف مجلس خدام الاحمدیہ ضلع سرگودھا کو عطا فرمایا۔ مہتمم صاحب مرکزیہ قائد ضلع و دیگر تمام خدام اپنے ہاتھوں سے مٹی بنا کر اور اٹھا اٹھا کر ڈالتے رہے اور پورے تین گھنٹے کی محنت کے بعد چھت مکمل کر لی گئی۔ جو قریباً ۸۰ فٹ لمبی اور ۱۲ فٹ چوڑی تھی۔ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد وقفہ دیا گیا۔ جس میں خدام کی مالٹوں سے تواضع کی گئی اور حضرت مرزا غلام احمد کی نظمیں بچوں نے بھی اور خدام نے بھی پڑھیں اور سب سے آخر میں قائد ضلع سرگودھا نے حضرت مرزا بشیر الدین احمد کی وہ نظم پڑھی جس میں آپ نے نونہالانِ جماعت سے خطاب فرمایا ہے۔ آپ ساتھ ساتھ اشعار کی تشریح بھی فرماتے جاتے۔ بعدہ مہتمم صاحب وقارِ عمل مرکزیہ نے خدام کو اپنے افریقہ کے قیام کے دوران کے چند نہایت ہی ایمان افروز واقعات سنائے۔ اور خدام کو نہایت ہی زریں نصائح سے نوازا۔ اس کے بعد ½۱ گھنٹہ مزید وقارِ عمل جاری رہا۔ اور اس طرح یہ وقارِ عمل اللہ تعالیٰ کی خاص تائید اور نصرت کے ساتھ ۳ بجے بعد دوپہر ختم ہوا۔ سب سے آخر میں خدام کی چائے وغیرہ سے دعوت کی گئی۔ الحمد للہ اس تقریب میں مہتمم صاحب مرکزیہ قائد صاحب ضلع، معتمد صاحب ضلع مکرم کرامت اللہ صاحب قائد ۹۸ شمالی مکرم ضیاء اللہ صاحب قائد ۸۸ ش مکرم منور احمد صاحب قائد ۹۹ ش مکرم ذوق صاحب قائد ۸۷ ش اور مکرم محمد اسلم صاحب نگران حلقہ خصوصی طور پر ...

احمدی بچوں کیلئے خوشخبری

ایسے بچے جو رسالہ تشحیذ الاذہان کے پڑھنے کا بہت شوق رکھتے ہیں اور وہ اس کی خرید کی استطاعت نہیں رکھتے ایسے بچوں کی طرف سے قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ کی تصدیق سے درخواست آنے پر پانچ روپے کی بجائے -/۳ روپے رعایتی سالانہ چندہ وصول ہونے کی صورت میں ان کو ایک سال کیلئے رسالہ جاری کر دیا جائیگا۔ یہ رعایت ۳۰۰ کی تعداد تک ہوگی اس کے بعد رعایت ختم کر دی جائیگی۔

احمدی بچوں اور ان کے والدین کو جو اپنے بچوں کی نیک دینی تربیت کرنے کے خواہاں ہیں اس رعایت سے فوری طور پر فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ (مہتمم اشاعت خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

قائدین اضلاع و علاقائی متوجہ ہوں

سہ ماہی اول سال رواں کی گرانٹ بھجوائی جا چکی ہے قائدین حضرات اضلاع و علاقہ کی خدمت میں سال گذشتہ کی گرانٹ کے حسابات مرکز کو بھجوانے کے متعلق قبل ازیں ایک سرکلر ارسال کیا گیا تھا ابھی تک صرف چھ قائدین اضلاع کی طرف سے گوشوارہ جات موصول ہوئے ہیں۔ دیگر قائدین حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ جلد سے جلد گذشتہ سال کے حسابات ارسال کر کے ممنون فرمائیں۔

(مہتمم مال مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

احمدیہ سپورٹس کلب لاٹھیانوالہ کی مساعی

مکرم قائد صاحب لاٹھیانوالہ لکھتے ہیں:۔

ہماری مجلس کی احمدیہ سپورٹس کلب لاٹھیانوالہ اور مجلس خدام الاحمدیہ لائلپور شہر کے درمیان مورخہ ۱۶/۲/۶۲ بعد نماز جمعہ فٹ بال کا مقابلہ ہوا۔ ریفری کے فرائض مکرم محترم مہتمم صاحب صحت جسمانی مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ نے سرانجام دیئے۔ دونوں ٹیمیں مقابلہ میں برابر برابر رہیں کوئی ٹیم گول نہ کر سکی۔ تاہم کھیل بہت عمدہ اور مقابلہ دلچسپ تھا۔ تبلیغی نقطہ نظر سے یہ میچ بہت مفید ثابت ہوا۔ ہماری مجلس نے کھیل کے بعد چائے کی ایک پارٹی کا اہتمام بھی کیا جس میں دونوں ٹیموں کے کھلاڑی اور مقامی جماعت کے معززین نیز گاؤں کے غیر از جماعت معززین کی کافی تعداد شامل تھی۔

اسی طرح احمدیہ سپورٹس کلب کا ایک اور فٹ بال کا میچ جامعہ احمدیہ ربوہ کی ٹیم سے کھیلا گیا۔ ربوہ سے ٹیم لاٹھیانوالہ آئی۔ دونوں ٹیموں نے شاندار کھیل کا مظاہرہ کیا۔ نتیجہ کے اعتبار سے مقامی ٹیم نے ایک کے مقابل پر چار گول کر کے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مساعی میں خاص برکت دے۔ آمین۔ (قائد خدام الاحمدیہ لاٹھیانوالہ)

جلسہ یوم مصلح موعود

مجلس خدام الاحمدیہ اونچے انگٹ تحصیل حافظ آباد نے مقامی طور پر مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۶۲ء کو حضرت المصلح الموعود کی یاد میں ایک جلسہ منعقد کیا۔ نصیر احمد تنویر قائد مقامی کی صدارت میں کارروائی کا آغاز ہوا۔ تلاوت اور نظم کے بعد ناصر احمد۔ نصر اللہ خاں۔ محمد رفیق۔ ہدایت اللہ اور سکندر حیات صاحبان نے تقاریر کیں۔ اور حضور رضی اللہ عنہ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی آخر میں صاحب صدر نے بھی خطاب کیا۔ دوران جلسہ ایک طفل

خدام الاحمدیہ جوہر آباد کا اجتماع

مجلس خدام الاحمدیہ جوہر آباد کے زیر اہتمام مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۶۸ء بروز اتوار ایک تفریحی پروگرام منعقد کیا گیا۔ پروگرام کے مطابق خدام و اطفال سلطانہ گارڈن کے لئے روانہ ہوئے ٹھیک دس بجے مکرم قریشی محمد یعقوب صاحب قائد مجلس جوہر آباد کی نگرانی میں پروگرام شروع ہوا۔ تلاوت اور عہد کے دہرانے کے بعد مختلف مقابلے شروع ہوئے جن میں خدام اور اطفال نے بڑے شوق سے حصہ لیا۔ مجلس کے ۷ خدام اور ۲۔ اطفال موجود تھے۔ اس موقعہ پر حفظ قرآن کریم، دینی معلومات، ذہانت مشاہدہ و معائنہ، پیغام رسانی، کلائی پکڑانا۔ مرغ لڑائی، اونچی چھلانگ دوڑ ۱۰۰ گز اور دوڑ ۴۴۰ گز کے مقابلے ہوئے پروگرام کے آخر میں خدام نے مل کر چائے بنائی اور نوش کی۔ دعا کے بعد اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ جوہر آباد)

ایک خادم کا وجود

ایک خادم کا وجود اپنے ملک، اپنی قوم اور معاشرہ کے لئے نفع بخش وجود ہوتا ہے۔ آپ جائزہ لیجئے کہ کیا واقعی آپ اپنے ماحول میں بنی نوع انسان کے فائدہ اور بھلائی کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں اگر ایسا نہیں تو اس طرف خاص توجہ دیں۔ یاد رکھیں کہ بنی نوع انسان کی خدمت ایک بہت بڑی نیکی ہے! بنی نوع انسان کی خدمت انسان کو خدا کا مقرب بنا دیتی ہے!! خدمت خلق ہماری عادت اور شعار ہونا چاہیئے۔

(مہتمم خدمت خلق خدام الاحمدیہ مرکزیہ۔ ربوہ)

بقیہ سکوایش بنانے کی ترکیب

(۴) خوشبو۔ ہر سو مالٹے کیلئے دو سے چار مالٹوں کے چھلکے کو کوٹ کر اس کا رس ملا دیں۔

(۵) رنگ نارنجی خوردنی۔ حسب پسند

(۶) پوٹاشیم میٹا بائی سلفائٹ۔ ہر ۱ پونڈ تیار شدہ سکوایش کیلئے ۳ گرام

احباب کی سہولت کیلئے اوزان کے متبادل پیمانے پیش خدمت ہیں۔ ایک پونڈ = تقریباً آدھ سیر
ایک اونس۔ تقریباً آدھی چھٹانک۔ ایک گرام = تقریباً ایک ماشہ

ھدایات :۔

۱۔ سکوایش بنانے کیلئے پھل اچھی طرح پکا ہوا اور بے داغ ہونا چاہیئے۔
۲۔ سکوایش کو بوتلوں میں بند کرنے سے پہلے کھانڈ اچھی طرح حل کر لینی چاہیئے
۳۔ سکوایش کو محفوظ رکھنے والی دوائی پوٹاشیم میٹا بائی سلفائٹ مقررہ مقدار سے زیادہ اور بغیر حل کئے ہرگز نہ ڈالی جائے۔ پانی میں اُبال لیا جائے۔
۵۔ اس بات کی تسلی کر لیں کہ موم کی تہ اچھی طرح کارک اور بوتل پر چڑھ گئی ہے۔
۶۔ مندرجہ بالا طریق پر مالٹے کے علاوہ سنگترے۔ کنو گریپ فروٹ۔ گلگل اور رکھٹے کا سکوایش بھی تیار کیا جا سکتا ہے۔ یہ امر یاد رکھیں۔ کہ ترش پھلوں کے رس میں زیادہ چینی ڈالی جائے۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (مینیجر)

ماہنامہ "خالد" کے خصوصی نامہ نگار

مجالس کے لئے ایک ضروری اعلان

مجالس کی قابل ذکر کارگزاری کی مناسب اشاعت اور ماہنامہ "خالد" میں خدام الاحمدیہ کے صفحات کو دلچسپ اور جاذبِ توجہ بنانے کے لئے فیصلہ کیا گیا ہے کہ مختلف مجالس اپنے ہاں کسی اہل قلم خادم کو خالد کا خصوصی نامہ نگار تجویز کر کے منظوری حاصل کریں۔ یہ خادم اپنی مجلس کی مختلف تقاریب اور کارگذاری کے قابلِ ذکر حصوں کو دلچسپ انداز میں لکھ کر مرکز میں ارسال کرے گا۔ اس طریق سے مجالس کی کارگذاری بہتر طور پر اشاعت پذیر ہو سکے گی۔ سب مجالس کو خالد کے ایسے خصوصی نامہ نگار مقرر کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ لیکن خاص طور پر لائل پور، راولپنڈی، کراچی، لاہور، ربوہ، سرگودھا، پشاور، سیالکوٹ، اور حیدرآباد کی مجالس اس اعلان کی مخاطب ہیں۔ یہ مجالس اس طرف فوری توجہ فرمائیں۔

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ملتان کی مجلس خدام الاحمدیہ میں مکرم اخوند ریاض احمد صاحب کو اور تحصیل کوٹلی (آزاد کشمیر) کے لئے مکرم محمد بشیر صاحب کو خالد کا خصوصی نامہ نگار مقرر کیا گیا ہے ۔

(مہتمم اشاعت خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

Monthly KHALID Rabwah

MARCH 1968 Regd. No. L 5830

٢٠

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

اپنی کتاب "براہینِ احمدیہ" حصہ پنجم میں فرماتے ہیں:-

"سید الانبیاء وخیر الوریٰ مولانا وسیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم الشان حسن لے کر آئے جس کی تعریف میں یہی آیتِ کریمہ کافی ہے دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی یعنی وہ نبی جنابِ الٰہی کے بہت قریب چلا گیا۔ اور پھر مخلوق کی طرف جھکا اور اس طرح پر دونوں حقوق کو جو حق اللہ اور حق العباد ہیں ادا کر دیا اور دونوں قسم کا حسن روحانی ظاہر کیا۔ اور دونوں قوسوں میں وتر کی طرح ہو گیا"۔

Title Printed at the Nusrat Art Press, Rabwah.